رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۰

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

(۱) عوام سے ۵؍ (۲) خواص و معاونین سے عـ۸ (۳) ہندوستان سے باہر سے ۶؍ (۴) غیر مذاہب والوں سے ۱۲؍ (۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والوں سے ۲؍
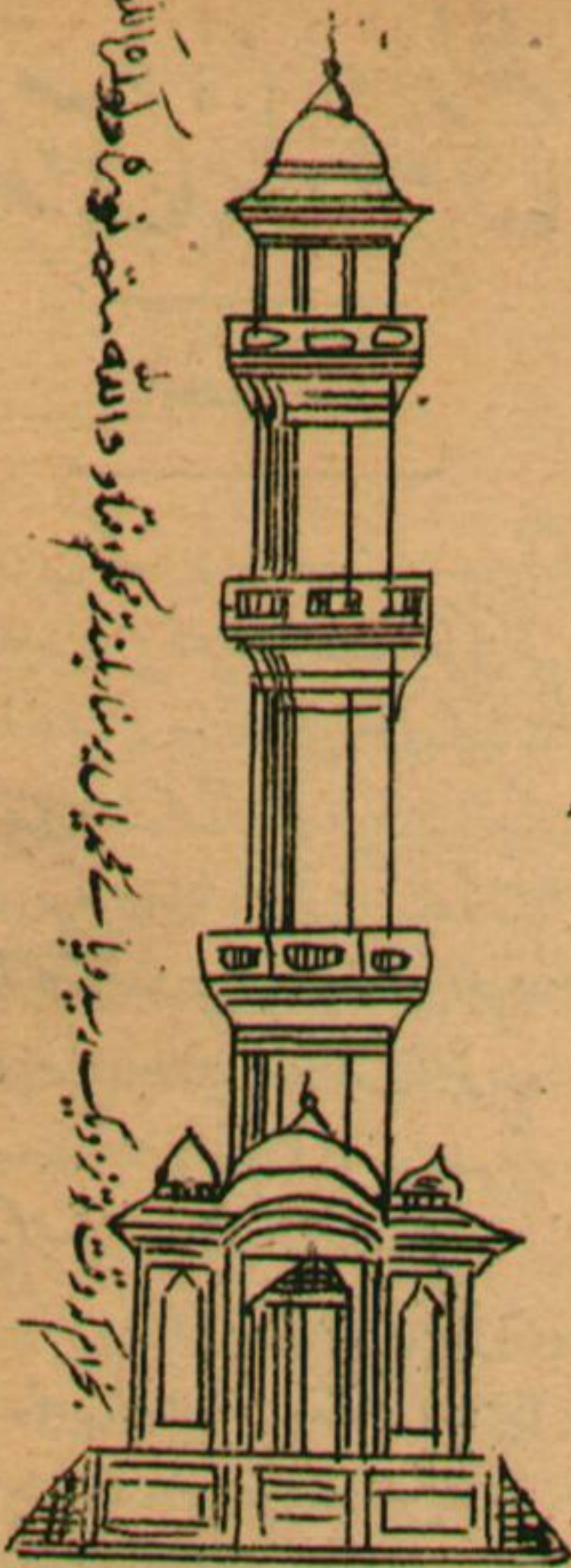
فہرست مضامین

نمبر ۳۴ قادیان دار الامان مورخہ ۲۴ ستمبر سنہ ۱۹۰۶ء مطابق ۱۱ شعبان سنہ ۱۳۲۴ھ جلد (۱۰)

الحکم اور ایڈیٹر الحکم

باز عاشق شدم و خط رفاقت دادم
ہمت را گو کہ اید بہ مبارک بادم

یہ ایک مسلم امر ہے کہ کسی وجود کی خیر و خوبی اور اسکی قدر و قیمت بعد میں ہوا کرتی ہے یہانتک کہ اس زمانہ کے عظیم الشان مصلح اور مقدس انسان کو کہنا پڑا

جیتے جی قدر بشر کی نہیں ہوتی پیارو
یاد آئیں گے تمہیں میرے سخن میرے بعد

پھر اس کلیہ سے الحکم اور اسکا ایڈیٹر کیونکر باہر رہ سکتا ہے ہر چند (کسر نفسی کے طور پر نہیں بلکہ فی الحقیقت) وہ کوئی ایسی خوبی اور قابلیت نہیں رکھتا جو اسکے بعد اسکی یاد کا موجب ہو تاہم یہ سچی بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے کسی وجود کو بے سود اور باطل پیدا نہیں کیا اور محض اپنے ہی فضل سے ایڈیٹر الحکم کو ایک ایسے عظیم الشان کام کی توفیق اور طاقت بخشی جو اسکی ہمت اور استعداد سے بدرجہا بڑھکر تھا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ اور وہ الحکم کا اجرا اور اسکا نشو و نما تھا جو اس کے ہاتھ سے ہوا اور پھر خدا نے اس کی قلم میں وہ طاقت اور زور بخشا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ اپنے ناظرین کے دلوں میں محبوب اور مقبول ہو گیا۔ اس کا ثبوت پیش کرنیکی مجھے ضرورت نہیں۔ لیکن پچھلے دو تین مہینوں میں اسکی کتابت اور چھپوائی اور بے وقت اشاعت نے بزرگان ملت کو اور اس کے ناظرین کو جگر دوز دکھ دیا۔ اس عرصہ میں اگر کوئی اور اخبار ہوتا تو میں یقیناً کہ سکتا ہوں کہ وہ سخت صدمہ اٹھاتا مگر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اسے ہر طرح محفوظ رکھا اور اسی کے فضل سے رہیگا۔

مجھے اعتراف ہے کہ اسمیں یہ نقص پیدا ہوئے لیکن اگر ناظرین اسکی وجہ سے واقف ہوتے تو میں کہ سکتا ہوں کہ وہ مجھے معذور سمجھتے۔ بعض نے شکایت کے خطوط بھیجے اور اکثروں نے الحکم کی دیرینہ خدمات کی قدر دانی کے جوش میں اسکی اس بے اعتنائی اور بے پروائی کو بھی شوق اور قدر کی نظر سے دیکھا اور دیکھ رہے ہیں۔ اور حقیقت میں ہونا بھی یہی چاہئے تھا۔ ضرورت نہیں تھی کہ اس نقص کے وجوہات میں پیش کرتا لیکن محض رفع وہم کے لئے میں نے مناسب سمجھا کہ ذکر کر دوں۔ چونکہ کارخانہ میں . . . . ہیڈ پریسمین ایک خاص کام پر لگایا گیا تھا اور نو آموز مبتدیوں کو الحکم دیا گیا اور اس سلسلہ میں الحکم کا پہلا کاتب بھی بیمار ہو گیا۔ اور کاغذ کی کمیابی کی شکایت تو عام ابتک ہے ان امور نے مل ملا کر وہ نقص پیدا کر دیا۔ ایسی صورت میں قادیان جیسے مقام پر میں جو کر سکتا تھا میں نے کیا اور اب جبکہ لاہور اور امرتسر میں مشینیں جاری ہو چکی ہیں پریس کے سٹاف کا بہم پہونچانا سہل امر نہیں رہا۔ باوجود ان سب حذوات اور وجوہات کے میں تسلیم کر لیتا ہوں کہ میری لا پروائی اور سستی ہے مگر اس عرصہ میں ناظرین الحکم کو اور ایڈیٹر الحکم کو موقع ملگیا کہ وہ اپنے اخبار کی حقیقی قیمت سے واقف ہو جائیں۔ اور وہ ہو چکے۔ پس ایسی صورت اور حالتمیں جب وہ الحکم کے لئے اپنے دلمیں ایسی وقعت اور قدر رکھتے ہیں۔ کیوں سعی نہیں کرتے کہ بقایا دار اپنا حساب بیباق کریں۔ اور جدید خریداراں کو دائرہ کو وسیع کیا جاوے چونکہ اسقدر بڑی تقطیع پر اخبار کا چھپنا بھی سہل نہیں ہے اسلئے یہ فیصلہ ہو گیا ہے کہ آئندہ اگر میں زندہ رہا تو جنوری ۱۹۰۷ء سے الحکم اپنی پہلی سائز ہی پر شائع ہوگا۔ کتابت اور چھپائی کے نقائص کے دور کرنے کیطرف توجہ کیگئی ہے اور مزید توجہ کی جائیگی مجھے بیدار کرنیوالے اپنے فرض کیطرف بھی متوجہ ہوں اور بیدار رہوں۔ یہ سچ ہے الحکم قومی رکن ہے اور سب سے پہلا اخبار ہے اسکی حیثیت اور وقعت کو قائم رکھنا جہاں میرا فرض ہے وہاں ہر ایک کا فرض ہے۔ بہر حال اس شور و پکار نے مجھے ایک مسرت بخشی ہے اسلئے کہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ الحکم کیلئے اسکی قوم کے دلمیں کیسی تڑپ اور پیاس ہے اگر وہ کوئی قابل قدر چیز نہ ہوتی یا دوسرے معمولی اخبارات کیطرح ہوتا تو یہ جوش اور تحریک نہ ہوتی۔ میں اب کچھ نہیں کہونگا اور آپ کو اس وقعت اور قدر کا واسطہ دیتا ہوں جو آپ دلمیں الحکم کے لئے رکھتے ہیں آپ اپنا فرض سمجھ لیں کہ کم از کم دو دو خریدار اس کے لئے اور بہم پہونچائیں۔ اور یہ میرا فرض ہوگا کہ آپ کو شکایت کا موقع نہ دوں۔ — ایڈیٹر الحکم

تازہ الہامات اور رویا

۲۷ ستمبر سنہ ۱۹۰۶ء۔ بَلَجَتْ اٰیَاتِیْ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنَّ لَہُمُ الْفَتْحَ۔

ترجمہ۔ ظاہر ہو گئیں میری نشانیاں اور خوشخبری دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔ بیشک ان کے واسطے فتح ہے۔

۲۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء۔ لَنَبْلُوَنَّکُمْ

ترجمہ۔ البتہ ہم تم کو آزمائیں گے۔

میں نے دیکھا کہ ایک کتاب ہے گویا وہ میری کتاب ہے اس کا نام نہج المصلّٰی ہے۔ پھر الہام ہوا فوق حمید۔ یہ زیب کا خدا دشمن ہے۔ وہ اس کو جہنم میں پہنچائیگا۔

*چونکہ الحکم دیر سے شائع ہوا ہے اسلئے ۲۔ اکتوبر کا الہام درج کیا گیا۔ ایڈیٹر

گذشتہ اشاعت **امرتسری سنگ کو دعوت** سے آگے

کس ماننے بن پائی تھی کرسی
کس کی خواہش خدا نے کی پوری
کون کہتا ہے آسمان پر ہے
کون کہتا ہے مس شیطان سے
اور محمد سے مذتوں تھا الگ
غور کر اسمیں مولوی فاضل
ہوگی میرے بیان کی تصدیق

کس کی ذلت ہوئی سر دربار
نامرادی کا کس نے پہنا ہار؟
ہوگا نازل زمین پر پھر اک بار؟
اک مبرّا ہے جو ہے دوّار؟
یعنی روح القدس وحی بردار؟
جز نصاری ہے کس کی یہ گفتار؟
جبکہ دیکھے گا اپنا تو اخبار؟

آرزو کس نے کی تھی رک جائے
کون کہتا ہے عیسیٰ ہے زندہ
کون کہتا ہے ہاں ہے وہ خالق
کون کہتا ہے یہ کہ روح قدس
کون کہتا ہے آئیگے دنیا میں
کچھ عقائد بیاں کروں تیرے
لو تقول قضیہ شخصی ہے

یہ جو بنتا ہے احمدی مینار؟
فوت ہونیکا کس کا ہے اقرار؟
غیب دان ہے وہ قائم و جبار؟
ساتھ رہتا تھا اس کے بیل تھار؟
سب کو کر دے گا وہ غنی زردار؟
جن سے ظاہر ہو تیری حالت زار؟
اسمیں داخل نہیں کوئی اغیار؟

۱۱ ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں جبکہ مرزا صاحب بحیثیت ملزم حاضر ہوئے تو آپ کو بلا درخواست عزت کے ساتھ عدالت میں کرسی دیگئی اور محمد حسین نے جب آپ کو سر اجلاس کرسی پر ممتاز دیکھا تو جل بھن کر مسٹر ڈگلس صاحب بہادر سے اپنے لئے کرسی مانگی صاحب موصوف نے نہایت ذلت کے ساتھ جھڑک کر نکلوا دیا۔ اس کو ہم کتاب البریّت سے پیش کرتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے اس واقعہ کو اسطرح بیان فرمایا ہے۔

"شیخ محمد حسین اس خیال پر کہ عنقریب یہ عاجز صاحب ضلع کی کچہری میں گرفتار ہو کر آئیگا بڑے ناز سے کچہری میں تشریف لائے اور صیاد کیطرح ادہر ادہر دیکھتے تھے کہ تا میری گرفتاری (جوان کے زعم میں وارنٹ گرفتاری جاری ہوا تھا اس کے ذریعہ سے ہوتی تھی) اور ہتھکڑی کا نظارہ دیکھیں اور اپنے یاروں کو دکھائیں۔ اتنے میں قریب نو بجے کو بٹالہ میں جہاں صاحب ڈپٹی کمشنر بہ تقریب دورہ فروکش تھے پہنچ گیا۔ اور جب میں صاحب ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں گیا تو پہلے سے میرے لئے کرسی بچھائی گئی تھی۔ جب میں حاضر ہوا تو صاحب ضلع نے بڑے لطف اور مہربانی سے اشارہ کیا کہ تا میں کرسی پر بیٹھ جاؤں۔ تب محمد حسین بٹالوی اور کئی سو آدمی جو میری گرفتاری اور ذلت کو دیکھنے کیلئے آئے تھے ایک حیرت کیحالت میں رہ گئے کہ یہ دن تو اس شخص کی ذلت اور بیعزتی کا سمجھا گیا تھا مگر یہ تو بڑی شفقت اور مہربانی کے ساتھ کرسی پر بٹھایا گیا۔

پھر اس (محمد حسین) نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے روبرو مجھے کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھکر بے اختیاری کے عالم میں اپنی طمع خام کو ظاہر کیا اور چاہا کہ میرا دشمن کرسی پر ہو اور زمین پر بیٹھوں اسلئے بڑے جوش سے کچہری کے اندر داخل ہوتے ہی کی درخواست کی۔ چونکہ عدالت میں نہ اس کو اور نہ اس کے باپ کو کرسی ملتی تھی اس لئے وہ درخواست زجر ایک بک مت کر پیچھے ہٹ۔ سیدھا کھڑا ہو جا) اور توبیخ کے ساتھ رد کیے گئے۔ انتہی عن موضع الحاجۃ۔ اشتہار مورخہ ۷ مارچ ۱۸۹۹ء

۱۲ قادیان کی جامع مسجد میں ایک پیشگوئی کی تکمیل کے لئے حضرت اقدس نے بموجب اشتہار مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۰ء منارۃ المسیح تعمیر کرانیکا حکم دیا اور وہ بننا شروع ہو گیا سنت اللہ کے موافق مخالفین نے کوشش کی کہ یہ تعمیر روک دیجاوے اور بذریعہ چند اہالیان قادیان انکی کارروائی اس طریق پر عمل میں لائی گئی کہ بحضور صاحب ضلع بدیں مضمون درخواست دی کہ تعمیر منارہ سے بے پردہ دری ہو کر حفظ امن دعہدہ نقض کا احتمال ہے اور سرتوڑ کوشش اس کے روکنے کیواسطے ہوئی مگر حسب وعدہ الہی مندرجہ براہین و دیگر کتب مخالفین کو داغ ناکامی اور منصور کو نصرت ملی جسکا ثبوت فیصلہ اخیر بر درخواست مذکور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور سے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں اور وہ فیصلہ یہ ہے۔ دیکھو الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۳ء

"کاغذ دربارہ تیاری منارۃ المسیح قادیان و عذرات برخلاف چند اہالیان قادیان پیش ہو کر حکم صادر ہوا۔ فی الحال کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جس سے نقض امن کا احتمال ہو جن لوگوں کو عذر ہے وہ بذریعہ عدالت دیوانی اپنی دادرسی کر سکتے ہیں یہانتک فی الحال دست اندازی نہیں کرتے۔ کاغذات داخل دفتر۔ مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۰۳ء۔

دستخط سی۔ ایم۔ ڈالس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر بہادر

۱۳ - ترقی نام ایک رسالہ ماہواری مذہبی سوسائیٹی پادریاں کیطرف سے ماہوار نکلتا ہے اس سے ہم اس امر کا ثبوت دیتے ہیں کہ یہودی ایسے مسیح کے منتظر ہیں جو انکو آکر مالا مال کردے۔ اس مضمون کو پڑھکر یہود امت محمدیہ سے جو انکی نقل بالنعل پیروی کرنیوالے ہیں پوچھ دیکھو کہ آیا وہ بھی اسی نمونہ کا مسیح جیسا کہ یہودیوں کا مسیح ہوگا چاہتے ہیں یا نہیں۔ رسالہ ترقی نمبر ۱۰ جلد ۳ بابت اکتوبر ۱۹۰۵ء کے صفحہ ۷۹ سے ۵۰ تک یہی حال درج ہے جنمیں سے چند جملے ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ مفصل اصل رسالہ دیکھو

"اور اس کا سبب (یعنی عام طور پر اسکی مسیحائی نہ ماننا) یہ تھا کہ جو تصور مسیح کا وہ (یہودی) باندہ بیٹھے تھے وہ دنیاوی شان و شوکت پر مبنی تھا اور یسوع کی ظاہری حیثیت اس تصور کو بالکل برخلاف تھی" صفحہ ۷۹، ۵۰۔

"چونکہ مسیح کی مسیحائی کا ایک ہی تصور ان کے دل میں جما ہوا تھا پس مطابق اس کے انہوں (یہودیوں) نے اسے جبراً اپنا بادشاہ بنانا چاہا یعنی وہ (یہودی) چاہتے تھے کہ وہ ایک بغاوت کا جو مسیح کے نام پر برپا کیجائے سرغنہ بنے اور قیصر روم سے اور ان شہزادوں کے ہاتھ سے تاج و تخت چھین لے جنہیں قیصر نے مختلف صوبجات پر حکمران بنا دیا تھا۔ اس نے ان کو بتایا کہ تم میری نسبت سخت غلط فہمی میں مبتلا ہو تم ایسے بادشاہ کی تلاش کرتے ہو تاکہ وہ تم کو بیکاری کے ساتھ مال کی فراوانی عطا کرے۔ روٹیوں کے انبار اور دودہ کے انہار تمہارے لئے جاری کرے اور تم بے مشقت زندگی کا مزہ لوٹو۔ پر میں وہ بادشاہ نہیں ہوں۔ جو برکت میں عطا کرتا ہوں وہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اس پر اس کے شاگردوں میں سے بہت سے پھر گئے اور اس کے بعد اس کے ساتھ نہ رہے" صفحہ ۵۸

"(باقی ماندہ شاگرد) بھی دنیاوی حشمت اور شوکت والے مسیح کی انتظاری کر رہے تھے۔ وہ بھی یہی مانتے تھے کہ مسیح آتے ہی داؤد کے تخت پر متمکن ہوگا۔ اور جب وہ (شاگرد حواری) گلیل سے یروشلم کیطرف روانہ ہوئے تو اسی خیال سے روانہ ہوئے کہ اب خدا کی بادشاہت نمودار ہوگی اور یسوع دار الخلافہ میں پہنچکر اس لبستی کے لباس کو جو ابتک پہنے تھا اتار پھینکے گا اور ہر قسم کی مخالفت کو اپنی قدرت کے جلال سے معدوم کرکے اپنے باپ داودوں کے تخت پر بیٹھ جائیگا۔ انتہی بلفظہ ملخصاً صفحہ ۸۲

اس کے ساتھ یہود امت محمدیہ کے عقائد ملانیکے کے واسطے حجج الکرامہ نواب صدیق حسن خاں اور اقتراب الساعہ نور الحسن خاں کی ملاحظہ فرماؤ بالشت بہ بالشت مطابقت پاؤگے۔

۱۴ - مولوی فاضل سے ایک شخص نے یہ سوال کیا کہ لو تقول علینا بعض الاقاویل مرزا صاحب قادیانی پر صادق آتی ہے یا نہیں اس کا جواب امرتسری نے اپنے اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۰ اکتوبر کے صفحہ ۹ میں مندرجہ ذیل دیا ہے۔ "جواب نمبر (۱۳) یہ آیت مرزا قادیانی پر نہیں آسکتی کیونکہ اس آیت میں کوئی عام قاعدہ نہیں بلکہ ایک قضیہ شخصیہ ہے یعنی بالخصوص آنحضرت کی شان میں ایک شرطیہ کلام ہے عام مفتریاں کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں بلکہ عام مفتریوں کے لئے یہ قاعدہ ہے ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔ یعنی اللہ پر افترا کرنیوالے فلاح نہ پائیں گے۔ انتہی کلامہ۔

اقول۔ اس جواب میں مجیب نے تین غلطیاں کی ہیں۔ اول غلطی عمداً یا نادانستہ یہ ہے کہ اس کو قضیہ شخصیہ قرار دیکر دلیل سے خارج کر دیا۔ دوسری غلطی ناواقفیت کلام الہی سے یہ سرزد ہوئی کہ مفتریوں کے لئے لکھدیا کوئی قاعدہ مقررہ منجانب اللہ نہیں۔ تیسری غلطی حافظہ نباشد کی ہے کہ آگے ہی یہ بھی لکھدیا کہ مفتریوں کے لئے یہ قاعدہ ہے ان الذین یفترون الایہ۔ یہ تعارض آپکی تحریر دو سطری میں ہے کہ ایک ہی امر کی نفی بھی ہے اور اثبات بھی۔

اب ہم آپ کے اغلاط کو رفع کرتے ہیں کہ قضیہ شخصیہ کو عام قاعدہ اور عام مفتریوں کے لئے اور خاص مفتریوں کے واسطے قواعد مقررہ قرآن مجید سے ہی انشاء اللہ پیش کرتے ہیں۔

ہر بات ہے فاضل کی مری عقل سے باہر
اے جلد تو فیصلہ اسکی اے فصاد کہ ہر ہر

(باقی آیندہ)

(۱)

وصیت

(۱) میں مسماۃ بیگم بیوی بنت محمد رانجھا ساکن بدر۔ تحصیل بھیرہ۔ ضلع شاہپور۔ زوجہ شیر علی ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام۔ بقائمی ہوش وحواس خمسہ بلا جبر واکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۲۳۔ مارچ ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اور لکھدیتی ہوں۔ کہ میرے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہو۔

(۲) میں اقرار کرتی ہوں۔ کہ میں حضرت مرزا غلام احمد سلمہ رئیس قادیان۔ ضلع گورداسپور۔ مسیح موعود کے کل دعاوی پر بصدق دل ایمان رکھتی ہوں اور ان کی مرید اور پیرو ہوں۔

(۳) میں اقرار کرتی ہوں۔ کہ میں نے رسالہ الوصیت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیطرف سے بتاریخ ۲۴۔ دسمبر ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا ہے۔ تمام وکمال سن لیا ہے۔ میں ان ہدایات کی جو اس میں درج ہیں۔ پابند ہوں۔ اور ایسا ہی میں ان تمام ہدایات اور ضوابط اور قواعد کی پابند رہوں گی۔ جو رسالہ الوصیت کے بعد حضرت مسیح موعود کی طرف سے یا ان کی مقرر کردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے بہشتی مقبرہ واقع قادیان کے متعلق یا دیگر اغراض انجمن مذکور کے متعلق شائع ہوئے یا آئندہ شائع ہوں گے۔ میں ان تمام کے اور ایسا ہی میرے ورثا میرے بعد ان تمام ہدایات وضوابط وقواعد وشرائط مشتہرہ انجمن مذکور کے معاملہ الوصیت ہذا میں پابند رہینگے

(۴) میری جائداد جو اسوقت حسب ذیل ہے۔ زیورات مالیتی ۳۲۵۔ اثاثۃ البیت ۵۰۔ نصف حصہ گھوڑی مادہ۔ مویشی منہ ۳۰۔ کل ۴۲۵ اور جس پر اس وقت میرا مالکانہ قبضہ ہے۔ اور اس جائداد میں میرا کوئی شریک نہیں۔ میں آجکی تاریخ اس جائداد کے ۱/۳ حصہ کے متعلق یہ وصیت کرتی ہوں۔ کہ میری جائداد جس کی قیمت اسوقت ۱۴۲ ہے میرے مرنے کے بعد اس جائداد کو میری بقیہ جائداد سے الگ کرلے۔ یا اسمیں شامل رہنے دے۔ وہ اسکو فروخت کرکے اس کی قیمت وصول کرے یا فروخت نہ کرے۔ تو اس وصیت کردہ جائداد سے مفاد اٹھا کر اغراض انجمن کو پورا کرے۔ غرضیکہ انجمن مذکور ہر طرح سے اس وصیت کردہ جائداد کے مالک متصور ہو۔ میرے کسی وارث کو خواہ وہ احمدی ہو۔ یا غیر احمدی میری اس وصیت کردہ جائداد سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر میری جائداد وصیت کردہ کی قیمت آئندہ بڑھ جاوے۔ تو اسکی مالک بھی انجمن مذکور ہے۔

(۵) میں اقرار کرتی ہوں۔ کہ اگر آج کی تاریخ کے بعد میں اور کوئی جائداد مذکورہ بالا جائداد کے علاوہ پیدا کروں۔ یا میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائداد ماسوائے جائداد مذکورہ میری متروکہ ثابت ہو۔ تو ایسی جائداد فاضلہ کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے۔ جس کا مفصل ذکر میں نے فقرہ ماسبق ہذا وصیت میں کیا ہے۔ میں ایسی جائداد کی وقتاً فوقتاً انجمن مذکور کو اطلاع دیتی رہوں گی۔

(۶) میں یہ وصیت کرتی ہوں۔ کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے۔ اور اگر میں قادیان میں فوت نہ ہوں۔ تو احمدی جماعت میری نعش ایک صندوق میں بند کرکے حسب ہدایات انجمن مذکور جو اب شائع ہو چکی ہیں۔ یا آئندہ شائع ہونگی۔ دارالامان قادیان میں پہنچائی جاوے اور وہاں مجلس کارپرداز مصالح قبرستان کے سپرد کیجاوے۔

(۷) میری یہ وصیت ہے۔ کہ میری تجہیز وتکفین اور میری نعش کو قادیان شریف پہنچانے اور وہاں دفن کرنیکے متعلق جسقدر اخراجات ہوں۔ ان کی متکفل میری جائداد وصیت کردہ جس کا ذکر میں نے فقرہ ۴ و ۵ میں کیا ہے۔ ہرگز نہیں اور ان اخراجات کا حسب مشورہ مجلس کارپردازان مصالح قبرستان اندازہ کرکے میں رقم اخراجات کو مجلس مذکور کے حوالہ کردوں گی۔ جس کا اعلان مجلس مذکور کیطرف سے میں کرا دوں گی۔ اور اگر ان اخراجات کیلئے میں کوئی رقم اپنی زندگی میں الگ نہ کر سکی۔ اور ایسا ہی اگر وہ رقم ادا کردہ اصلی اخراجات سے کم ہوئی۔ تو میری دیگر متروکہ جائداد جس میں یہ وصیت کردہ جائداد شامل نہ ہوگی۔ ان اخراجات کے متکفل ہوگی۔ اور میرے ورثا ان اخراجات کیلئے ادا کرنے کے ذمہ دار ہونگے۔ جو میری روح کی نجات کا باعث ہونگی۔ اور میری پس ماندگان ان اخراجات کو اہم اور جائز ضرورت شرعی سمجھینگی۔

(۸) یہ بھی اقرار کرتی ہوں۔ کہ میں نے یہ وصیت صرف ابتغاءً لوجہ اللہ کی ہے۔ اور اگر حالات آئندہ کے ماتحت جنکا مجھے اسوقت علم نہیں میری نعش مقبرہ مذکور میں دفن نہ ہو سکی۔ تو اسصورت میں بھی میری یہ وصیت جو میں نے اپنی جائداد کے متعلق کی ہے۔ اور جس کا ذکر فقرہ ۴ و ۵ میں کیا گیا ہے۔ درست اور قایم رہے۔ لیکن یہ ضروری ہوگا۔ کہ میری نعش کو مقبرہ بہشتی پہنچانے کی کوشش کیجاوے۔ اور جب تک مجلس کارپردازان مصالح قبرستان اجازت نہ دے۔ میری نعش اور کہیں دفن نہ کیجاوے۔ البتہ امانت کے طور پر کسی اور جگہ پر دفن کیجا سکتی ہے (۹) یہ کہ اگر حسب فقرہ ۸ میری نعش مقبرہ مذکور میں دفن نہ ہوسکی۔ تو جو اخراجات متعلق انتقال جمع میں کرا رکھا ہوگا۔ یا میری جائداد متروکہ سے وصول ہوئی تھے۔ اسکو بھی وصول کرنے اور خرچ کرنے کا اور خرچ کرنے کا میرے ورثا کو اختیار نہ ہوگا۔ بلکہ مجلس کو ہوگا۔

العبد
بیگم بیوی بنت محمد رانجھا زوجہ شیر علی ہیڈ ماسٹر
گواہ شد
شیر علی ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام

(۲)

وصیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
وکان یامر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربہ مرضیا یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین

منکہ اسماعیل وغلام احمد قوم احمدی ساکن موضع بہڈال تحصیل وضلع سیالکوٹ۔

(۱) بقائمی ہوش وحواس خمسہ بلا جبر واکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۱۲ اپریل ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہو۔

(۲) میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب سلمہ مسیح موعود رئیس قادیان ضلع گورداسپور کے کل دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں۔ اور ان کا مرید اور پیرو ہوں۔

(۳) میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ میں نے رسالہ الوصیت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیطرف بتاریخ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا ہے۔ تمام وکمال پڑھ لیا وسن لیا ہے۔ میں ان ہدایات کا جو اسمیں درج ہیں۔ پابند ہوں۔ اور ایسا ہی میں ان تمام ہدایات اور ضوابط اور قواعد کا بھی پابند ہوں جو رسالہ الوصیت کے بعد حضرت مسیح موعود کیطرف سے یا ان کے مقرر کردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کیطرف سے بہشتی مقبرہ واقعہ قادیان کے متعلق یا دیگر اغراض انجمن مذکور کے متعلق شائع ہوئی ہیں۔ یا آئندہ شائع ہونگے۔ میں ان تمام کا اور ایسا ہی میرے ورثاء میری ان تمام ہدایات وضوابط قواعد وشرائط مشتہرہ انجمن مذکور کے معاملہ وصیت ہذا میں پابند رہینگے۔

(۴) میری جائداد حسب ذیل ہے۔ اول میرا مکان سکونتی بحدود اربعہ ذیل شمال گلی شارع عام مغرب مکان رہائشی رزاق کشمیری و وہاب کشمیری و مکان رہائشی منشی محمد رمضان احمدی جنوب مکان رہائشی رحیم بخش ولد مہتاب شاہ فقیر مشرق مکان رہائشی دتہ ولد بوٹا نائی واقع موضع بہڈال قیمتی ۵۰۔ دوم کتابیں سلسلہ احمدیہ ۲۵ سوم اشیا خانگی جملہ ۵۰ روپیہ جن پر میرا مالکانہ قبضہ ہے۔ اور اس جائداد میں میرا کوئی شریک نہیں۔ میں آجکی تاریخ اس جائداد کے نصف حصہ کے متعلق یہ وصیت کرتا ہوں۔ کہ میرے مرنے کے بعد یہ نصف حصہ جائداد کا صدر انجمن احمدیہ قادیان کو سپرد کیا جاوے۔ انجمن مذکور کا اختیار ہے میرے مرنے کے بعد میری بقیہ جائداد سے الگ کرکے اسکو فروخت کرکے اسکی قیمت وصول کرلے۔ یا فروخت نہ کرے۔ یا اس جائداد سے مفاد اٹھا کر اغراض انجمن کو پورا کرے۔ غرضیکہ انجمن مذکور ہر طرح سے اس نصف جائداد کی مالک ہے۔ میرے کسی وارث کو خواہ احمدی ہو۔ یا غیر احمدی ہو۔ میری اس نقل جائداد سے کچھ تعلق نہیں۔ اگر میری جائداد کی قیمت بڑھ جاوے گی تو اسکی مالک بھی انجمن مذکور ہی ہے۔

(۵) میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر آجکی تاریخ کے بعد میں کوئی اور جائداد میں پیدا کروں۔ اس جائداد کے علاوہ یا میرے مرنے کے بعد میری اور کوئی جائداد متروکہ ثابت ہو۔ تو ایسی جائداد کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے۔ جس کا مفصل ذکر میں نے فقرہ ماسبق نمبر ۴ وصیت میں کیا ہے۔ میں ایسی جائداد کی وقتاً فوقتاً انجمن مذکور کو اطلاع دیتا رہوں گا۔

(۶) میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں۔ کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ احمدی جماعت ہی پڑھے۔ اگر میں قادیان بہشتی مقبرہ میں دفن ہوں یا کسی اور جگہ دفن ہوں۔ ہر چند میری یہ وصیت قائم رہیگی۔

بقلم محمد سلطان احمدی چوہدری حلقہ بہڈال تحصیل سیالکوٹ

گواہ شد
کرم داد نمبردار موضع بہڈال تحصیل سیالکوٹ
گواہ شد
غلام احمد احمدی ساکن کوٹلی ہرنراین تحصیل سیالکوٹ

مفرح عنبری
قیمت فی ڈبیہ
پانچ روپے

جملہ ڈاکٹر صاحبان و حکمائے ہندوستان توجہ فرماویں

وزن پانچ تولہ
خوراک دو ماشہ
محصول بذمہ خریدار

ہنر شناس کو دکھلا ہنر کہ خوب بٹے زر ❊ اگر کھلے ہے تو صراف کی نظر چڑھ کر

خدائے کریم و رحیم کی بے اندازہ فیاضی ہے کہ مجھے بیچ مدان کے لائق اطباء کی نظر میں اس عزت سے دیکھا جائے جس کی مثال ہندوستان جیسے ملک میں ہوگا اگر ممکن نہیں تو قریباً محال ضرور ہے اور یہ محض خدا تعالے کا فضل ہے + ورنہ من آنم کہ من دانم۔

مفرح عنبری کو تیار کر کے جب اس بزرگ جماعت ڈاکٹران و حکمائے ہند کو توجہ دلائی گئی۔ کہ یہ ایک بے نظیر و لاجواب دوائی آپ کے ملک میں تیار ہوئی ہے جس کا مقابلہ یورپ کی کوئی پیٹنٹ دوائی بھی جو تا حال اس غرض سے اس ملک میں آچکی ہیں نہیں کر سکتیں اور نہیں کر سکیں۔ تو اول اول جیسا کہ قاعدہ ہے میری عرض پر کچھ زیادہ توجہ نہ کی گئی۔ لیکن رفتہ رفتہ جب ملک میں چاروں طرف مفرح عنبری کی شہرت ہوئی اور اسکے استعمال کرنے والے خود مجسم اشتہار بنکر اس کے موجد کی افزائی کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ پبلک جلسوں میں لکچروں کے ذریعہ اس کا چرچہ ہونے لگا۔ تو الحمد للہ کہ اس بزرگ جماعت نے بھی توجہ مبذول فرمائی رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہندوستان بھر میں جو شہرت کا دقیقہ باقی رہ گیا تھا وہ اس قابل فخر جماعت کی طفیل اللہ کے فضل سے پورا ہوگا۔

اس بات کے کہنے کی تو میں جرأت نہیں کرتا اور نہ کر سکتا ہوں کہ خدانخواستہ آپ میں سے کسی کو ایسی عمدہ دوائی بنانا آتا نہیں یا آپ جانتے نہیں جس حالت میں کہ خداوند کریم کی عنایت آپ ہر طرح لائق تعلیم یافتہ سند یافتہ ڈاکٹری جماعت میں داخل ہیں اور اپنے فرائض کی انجام دہی پر ممتاز ہیں ہاں تھا ہی اس کے میں یہ بھی نہیں مان سکتا کہ آپ کو اس کی ضرورت نہ ہو۔ کیونکہ ہر ایک دانا معالج کو جس کا کام ہر وقت مریضوں کا علاج کرنا ہے۔ خواہ وہ اپنے وقت کا ارسطاطالیس۔ جالینوس۔ بو علی سینا ہی کیوں نہو ہمیشہ ہر ایک عمدہ چیز کی سے اور ہر ایک متعصب سے پاک دل طبیب کو اسکی تلاش بھی رہتی ہے۔ چنانچہ بزرگان ذیل کا نہایت ادب سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنا فرض منصبی ادا کیا اور جنہوں نے بڑی توجہ کے کام کی اور میری عرض کو جگہ دی۔ خود فائدہ اٹھایا مجھے فائدہ ہوا اور مریضوں پر احسان کیا آئندہ کیلئے ایک اتحاد قائم ہو گیا۔ اور جو ذاتی فائدے ہیں۔ وہ علیحدہ میرے پاس کافی الفاظ نہیں کہ اس مختصر میں ان کا شکریہ ادا کر سکوں۔ البتہ مکمل رپورٹ میں انشاء اللہ مفصل ذکر خیر کرونگا۔ یہاں صرف اسمائے گرامی ان پاکدل ہمعصروں کے شکریہ کے ساتھ عرض کرتا ہوں جو یہ ہیں:

جناب ڈاکٹر رام پرشاد صاحب انچارج میں ڈسپنسری نرسنگھ پور
جناب ڈاکٹر حمی رحمن صاحب بایون ضلع مولین۔
جناب ڈاکٹر محمد علی صاحب کھنڈرا (نیواز)
جناب ڈاکٹر عبد المجید خانصاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اوتیبک اسلم ناگپور
جناب ڈاکٹر غلام مصطفے صاحب کیمپٹی ناگپور
جناب ڈاکٹر شیخ محمد حسین صاحب ایلور ضلع گوداوری۔
جناب ڈاکٹر مول چند صاحب پنشنر دھمتاری ضلع رائے پور
جناب ڈاکٹر محمد حیدر حسین صاحب حیدر صدر ڈسپنسری کھنڈوہ
جناب دیگاہی بخش صاحب خاص ریاست ریوان۔
جناب ڈاکٹر سیرام صاحب ہنڈیہ ضلع الہ آباد۔
جناب ڈاکٹر عبد اللہ خاں صاحب پورینہ بنگال
جناب ڈاکٹر عبد المجید خانصاحب ضلع رانچی
جناب ڈاکٹر ناداچرن سرکار چیرٹیبل ڈسپنسری راوزن بنگال
جناب ڈاکٹر ایس امین الدین صاحب قریشی بی۔ ایم۔ ایس ممگا ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر عبد العزیز صاحب میں ڈسپنسری دموہ ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر خلیل الرحمن صاحب ایچ ایس منڈلہ ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر عبد الفتاح خانصاحب ایچ ایس ناگپور
جناب ڈاکٹر چھبو مل صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ آردی ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر کریم بخش صاحب ہزار یباغ بنگال

جناب ڈاکٹر پنڈت ہریرام صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ ضلع گجو
جناب ڈاکٹر سید محمد ہادی صاحب۔ امام باڑہ ڈسپنسری۔ (ہوگلی)
جناب ڈاکٹر محمد عبد القادر صاحب وکٹوریہ میڈیکل ہال سلطانپور بنگال
جناب ڈاکٹر بہادر علی صاحب جام گاؤں ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر شیخ شبراتی صاحب ریاست کھیراگڈھ ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر غلام احمد خانصاحب ایچ۔ ایس نواجی پور
جناب ڈاکٹر آغا حسین علی صاحب۔ ہومیڈیکل ہال مانڈلے
جناب ڈاکٹر سید احمد علی صاحب ایچ۔ ایس سیونی مالوہ ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر محمد امام خانصاحب سینئر ہاسپٹل اسسٹنٹ جیل چاندہ
جناب ڈاکٹر اے۔ ٹی۔ یونس صاحب ایچ ایس دہنوبیو برہما
جناب ڈاکٹر رحمت علی صاحب احمدی کنگ افریقین رانفلز سمالی لینڈ
جناب ڈاکٹر جمن صاحب فسٹ بریگیڈ سمالی کینڈ
جناب ڈاکٹر سراج الدین صاحب ریاست بستر ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر مہیش چ صاحب رانی ہاٹ ضلع چاٹگام
جناب حکیم محمود حسین خانصاحب ضلع ساگر
جناب حکیم سید سلطان حسین رضوی لکھنوی ریاست کوڑ
جناب حکیم سید احمد علی صاحب دہلوی بنگلور
جناب حکیم خیر دین صاحب جویاں ریاست پٹیالہ
جناب حکیم محمد علی صاحب ریاست خاص پالن پور
جناب حکیم محمد سلطان صاحب پنڈول ضلع کٹنا

جناب حکیم محمد صدیق حسین صاحب جیلانی نجیب آباد
جناب حکیم محمد عزیز الرحمن صاحب ضلع باریسال
جناب حکیم عبد اللطیف صاحب مانڈگاؤں ضلع ناسک
جناب حکیم حافظ سید عبد الکریم صاحب ضلع دیناجپور
جناب حکیم عبد الرزاق صاحب ضلع دیناجپور
جناب حکیم کرامت علی صاحب دھابی ضلع پورینہ
جناب حکیم سید عبد الرحیم صاحب بلہاری۔ مدراس
جناب حکیم عبد الجلیل صاحب۔ لاہر پور ضلع سیتاپور
جناب حکیم امیر الحسن صاحب گکواڑہ ضلع پورینہ
جناب حکیم کرامت حسین صاحب ضلع پورینہ
جناب حکیم محمد سالار صاحب قاضی سرکار لوبرگل
جناب حکیم رحیم بخش پاٹک ٹولہ پورینہ
جناب حکیم محمد عبد المجید صاحب چھنگاؤں ضلع پورینہ
جناب حکیم عشرت علی خان صاحب عمر کھیہ ضلع باسم بنگال
جناب حکیم حافظ نعمت علی صاحب رنگون
جناب حکیم سید عبد القیوم صاحب سکندر نگر مہس سنگھ
جناب حکیم ناظم حسین صاحب مانڈلے برہما
جناب حکیم محمد مہدی حسین صاحب دل سنگھ سرائے دربھنگہ
جناب حکیم سید لیاقت حسین صاحب نواجی پور

آمدم برسر مطلب

مفرح عنبری میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں کوئی POISON چیز از قسم کشتہ وغیرہ ہرگز نہیں ملایا جاتا اسلئے میں زور سے کہتا ہوں کہ آج کل کی قریباً کل مشہورہ پیٹنٹ مقوی ادویات اسے خواہ وہ یورپ کے کسی کونہ سے آئی ہوں یا ہندوستان کے کسی فرضی جنگل سے نکلی ہوں اسکے مقابلہ میں آدھے چوتھائی نمبر بھی حاصل نہیں کر سکتیں۔ اب میں اسے ختم کر کے بڑے شوق سے آپ کے آرڈر کا منتظر ہوں:

بھائیوں کا خادم حکیم محمد حسین قریشی موجد مفرح عنبری / مفرح دلکشا کارخانہ رفیق الصحت لاہور

(کتبہ ظہور المحسن گنجوری عفی عنہ)

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

الحق مُرّ

سچائی میں ایک مرارت ضرور ہوتی ہے جو نا راستی کے حامیوں کو تلخ کام بنا دیتی ہے۔ الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں مہاتما منشی رام کی ایک رائے پر تنقیدی نوٹ لکھا گیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ ست دہرم کا ایڈیٹر اس سچی اور بے لاگ رائے کی قدر کریگا مگر معلوم ہوا کہ ست کو گرہن کرنیکا اصول آریہ سماج کے اصولوں میں فقط ایک نمائشی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے پڑھکر مہاتما جی آپے سے باہر ہو کر مجھ پر پھکڑ بازی کا الزام لگاتے ہیں۔

میں حیران ہوں کہ میں نے تو کوئی پھکڑ بازی ان سے نہیں کی مہاتما جی نے کہا کہ ناچنا اچھا ہنر ہے۔ اسپر میں نے انہیں کہا کہ اگر یہ عمدہ ہنر ہے تو آپ اسکی تعلیم اپنے گھر سے شروع کریں اور اپنی بیٹی اور پتری کو سکھا کر انہیں پبلک میں اپنے تجربے پیش کرنے کے قابل بنایئے۔ مہاتما صاحب اسپر بگڑ بیٹھے اور مجھے پھکڑ بازی کا الزام دینے لگے۔ حالانکہ اسمیں پھکڑ بازی کی کوئی بات نہیں۔ جبکہ آپ اسے اچھا ہنر یقین کرتے ہیں تو پھر اس سے بیزاری کیوں ظاہر کرتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک بات کی عمدگی کا آپ اعتراف کریں جب کہا جاوے کہ آپ اسپر عمل کریں تو آپ کہیں کہ مجھے گالیاں دیتے ہو۔ یہ نرالی منطق شاید آپ نے گرو کل کانگڑی میں رہ کر سیکھی ہوگی۔ حیرت کی بات ہے کہ ستیارتھ پرکاش میں نیوگ کا ذکر آوے تو وہ فحش نہ ہو۔ مہاتما منشی رام اپنے لیکچر میں اسکو بیان کریں تو فحش نہ ہو اور کنیا مہا ودیالہ جالندھر میں ستیارتھ پرکاش پڑھائی جاوے تو لڑکیوں کو صدمہ نہ پہونچے لیکن الحکم جب نیوگ کا نام لے تو مہاتما منشی رام جی شرمندہ ہو کر چھپ جاویں۔ اگر نیوگ عمدہ چیز ہے تو مہاتما جی آپ اس سے کیوں جھجکتے ہیں۔ آپ کا طرز عمل اور فطرت آپ کو ملزم کر رہی ہے کہ آپ نیوگ کو شرمناک فعل سمجھتے ہیں۔ اور ایسا ہی ناچ کو بھی اگر آپ اس کو پھکڑ بازی قرار دیتے ہیں تو میں امید کرتا ہوں کہ اس کے دور کرنے کی سعی کرینگے اور اگر سعید ہو تو عملی طور پر اس کا رواج دیں گے اور کسی کے کہنے سننے کی پرواہ نہ کریں گے۔ آپ نے اپنی لڑکی کی شادی کے وقت جس اخلاقی جرأت سے کام لیا تھا اسے اب کیوں دباتے ہو؟

آخر میں ایک عرض اور کرتا ہوں کہ اگر میرے اس کہنے سے کہ اپنی پتری اور بیٹی کو یہ ہنر سکھاؤ آپ کو برا معلوم ہوا اور اسے آپ نے پھکڑ بازی سمجھا ہے تو مہربانی کر کے اس شخص کی بابت اپنی رائے ظاہر کریں جس نے مندرجہ ذیل فقرہ اپنی پستک میں لکھا ہے جسکا نام ستیارتھ پرکاش ہے۔

گاندہرو وید جس کو علم موسیقی کہتے ہیں۔ ایر سر۔ راگ۔ راگنی۔ سم تال۔ گرام۔ تان ساز بجانا۔ ناچنا۔ گیت وغیرہ کو قاعدے سے سیکھنا چاہیئے"

کیوں مہاتما جی اس ارشاد کی تعمیل کرنے کیلئے اگر آپ کو کہا گیا تو یہ پھکڑ بازی ہوئی۔ میں تو کچھ نہیں کہتا آپ ہی اس بڈھے کے لئے کوئی خطاب تجویز کرلیں جو اس ہنر کے سیکھنے کی آپ کو ہدایت کرتا ہے۔ یا تو اسے لغو سمجھکر ستیارتھ پرکاش کو نکال ڈالو یا اپنی غلطی مان لو!۔

مرا و ما نصیحت بود کردیم۔

مذہبی جنون۔ آریہ اخباروں کا مذہبی جنون اور انکی دریدہ دہنی اب یہاں تک ترقی پکڑ گئی ہے کہ اُن سے معزز ہندو اخبارات بھی نالاں ہیں چنانچہ اخبار ہندوستانی لکھتا ہے کہ

ہم دیکھتے ہیں کہ پنجاب کے آریہ سماجی اخبارات اہل اسلام اور اُن کے مذہب کا ذکر کرتے ہوئے بعض اوقات جامہ سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اپنے مذہب یا دین کی تلقین کرنا کوئی بات بری نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ ہمارے آریہ سماجی دوستوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ مذہب گالیاں دیکر نہیں پھیلایا جاتا ہے، بلکہ تہذیب اور متانت سے اگر آپ اپنے مذہب کی تلقین میں نامہذب اور ناشایستہ الفاظ کا استعمال کرتے ہیں تو آپ اپنی کمزوری ثابت کرتے ہیں۔ جسوقت ہم آریہ سماجی اخبارات کی تحریروں کو پولیٹیکل تحریروں سے دیکھتے ہیں تو سخت تاسف ہوتا ہے کیونکہ ہمیں اس کے کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہے کہ یہ ناعاقبت اندیش حضرات ہندوستان کے دو گروہوں میں نفاق پھیلا کر ملکی ترقی کو روک رہے ہیں۔ واقعی بدگفتار آریوں کو اپنی رفتار بدلنی چاہیئے ان کی مخالفت سے سوائے اس کے اور کوئی نتیجہ نہیں ہے کہ اسلامی اخبارات جو قوم کے لئے مفید کام کر رہے ہیں بحث و مباحثہ کے لئے وقف ہو جائیں اور دونوں قوموں میں مخالفت بڑھے۔ ملک پر خراب اثر پڑے۔ اگر وہ اپنے رویہ کو نہ چھوڑیں گے تو وہ زمانہ بہت جلد آنیوالا ہے کہ گورنمنٹ اس طرف اپنی توجہ کو مبذول کرے۔ گو مسلمان ان کے مقابلہ میں ہر طرح کمزور ہیں مگر انہیں گورنمنٹ کی طاقت پر اعتبار ہے

یادگار کریمی

مخدوم الملت رضی اللہ عنہ کو ہجری سال کے حساب سے ۱۰ شعبان المعظم کو پورا سال ہو لیا۔ مگر دلوں میں ابھی ان عظیم الشان خدمات دین کا ذوق باقی ہے جو اپنی زندگی کے ایام میں انہوں نے کیں۔ مخدوم الملۃ کی یادگار قائم کرنے کے لئے تجویزیں پیش ہوئیں کسی حد تک انپر عمل بھی ہوا۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ وہ مکمل ہو کر قوم کے دل پر خاص اثر پیدا کرے مولوی عبد الکریم رضی اللہ عنہ بظاہر مرگیا لیکن اس کے کارنامے قیامت تک اسے مرنے نہ دینگے۔ میں نے مرحوم کی لائیف کا مٹیریل بہم پہونچایا ہے اسے ترتیب دینا باقی ہے خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو اپنے محسن و مخدوم کے حالات احباب کے سامنے پیش کر دونگا۔ ورنہ وہ شخص اس خدمت کو سرانجام دیگا جس کے لئے مقدر ہے۔

عیسوی سال کے لحاظ سے مخدوم الملت کا پہلا سال وصال ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء کو پورا ہوگا الحکم کے ساتھ مخدوم الملۃ کو اور الحکم کو مخدوم الملۃ سے جو محبت اور تعلق تھا وہ ظاہر امر ہے اسلئے وہ اس تاریخ کو صرف اپنے مخدوم ہی کے مضامین سے مرتب ہو کر شائع ہوگا۔ اور اس لحاظ سے ۱۰ اکتوبر کا الحکم خاص پرچہ ہوگا جس میں بجز تازہ الہامات اور ہفتہ قادیان کے باقی کل مضامین یا تو مرحوم کے اپنے ہوں گے جو کبھی آج تک شائع نہیں ہوئے اور یا مرحوم سے متعلق ہوں گے۔ مجھے امید ہے کہ یہ پرچہ خاص توجہ سے پڑھا جاویگا اور شاید بعض احباب جو مرحوم کے ساتھ خاص تعلق ارادت و محبت رکھتے تھے اسکی زائد کاپیوں کی خواہش کریں اس لئے یہ پرچہ ۲۰۰ چھاپا جاوے گا۔ ہر زائد کاپی ۲ فی پرچہ کے حساب سے ملے گی۔ ان مضامین کو کوئی شخص میری اجازت کے بدوں کسی رنگ میں چھاپنے کا مجاز نہ ہوگا۔

بیس روپیہ انعام

وزیر آباد کی جامع مسجد میں ۱۲ ستمبر کی رات کو میرے دو نوٹ جن میں سے ایک ایک سو روپیہ کا نمبری 188 $\frac{E\ 4}{64}$

لاہور کلکتہ ۲۴ جون سنہ ۱۹۰۳ء

اور دوسرا بیس روپیہ کا نمبری 79198 $\frac{E\ 4}{57}$

لاہور۔ کلکتہ ۱۶ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء

ایک گھڑی ریلوے واچ مع زنجیر نقری۔ ایک زیور گلو بند طلائی ماشہ بغیر کندن۔ اور دو گچھے چابیاں جنمیں سے بعض پر انگریزی نمبر ہیں گم ہو گئے ہیں۔

نوٹ ایک رجسٹری شدہ لفافہ میں ہیں جو بیمہ ہو کر راولپنڈی سے آیا تھا جو شخص پتہ دے اس کو بیس روپیہ انعام دیا جاویگا۔ کرنسی آفس میں اطلاع دیگئی ہے۔

المشتہر ڈاکٹر سید ستار شاہ ہاسپیٹل اسسٹنٹ رعیہ

آریہ سماج کی موت پر مہاتما منشی رام

الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں آریہ سماج کی موت پر پنڈت رام بھجدت صاحب کی رائے سے استدلال کیا گیا تھا جس سے آریہ سماج کا بوان اٹھانے والے مہاتما منشی رام کو سخت صدمہ ہوا ہے۔ اور وہ پنڈت رام بھجدت صاحب کو پیغمبر ہونیکا خطاب دیتے ہیں۔ اور یوں اس عظیم الشان نشان کو اپنے زعم میں ملیامیٹ کرنے کی سعی کرتے ہیں مگر خاک ڈالنے سے چاند چھپ نہیں سکتا۔ اگر پنڈت رام بھجدت اس پیشگوئی کی تصدیق سے پیغمبر ہو گیا ہے تو آریہ سماج کو مبارک ہو کہ اس قسم کا پیغمبر مہاتما جی کا عزیز دھرمپال بھی ہے جس نے آریہ سماج کی موت کا نقشہ ہی کھینچ دیا ہے ہم تو دیکھنے چاہتے ہیں کہ آریہ سماج میں ایسے پیغمبر پیدا ہوں جو سماج کا تنک سنکار کر دیں۔ مہاتما جی آریہ سماج میں زندگی کی روح پیدا نہیں ہو سکتی اس لئے کہ جو مذہب اسمیں عملی طاقت ہی نہیں وہ زندہ نہیں رہا کرتا۔ اور یہ تو خود آپ نے بھی اقرار کر لیا ہوا ہے اب شاید لالہ رلا رام کی چٹھیات کے جواب کیوجہ سے آپ کو یاد نہ رہا ہو۔ خیر

مرا یاد و ترا فراموش

لیکچر لودھانہ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

انکے روبرو مقدمہ پورے طور پر مرتب ہوگیا اور تمام شہادتیں میرے خلاف بڑے زور شور سے دی گئیں ایسی حالت اور صورت میں کوئی قانون داں اہل الرائے بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں بری ہو سکتا ہوں - تقاضائے وقت اور صورتیں ایسی واقع ہو چکی تہیں کہ مجھے سشن سپرد کر دیا جاتا اور وہاں سے پھانسی کا حکم ملتا - یا عبور دریائے شور کی سزا دیجاتی - مگر خدا تعالےٰ نے جیسے مقدمہ سے پہلے مجھے اطلاع دی تہی - اسی طرح یہ بھی قبل از وقت ظاہر کر دیا تھا کہ میں اس میں بری ہونگا چنانچہ یہ پیشگوئی میری جماعت کے ایک گروہ کثیر کو معلوم تھی - غرض جب مقدمہ اس مرحلہ پر پہنچا اور دشمنوں اور مخالفوں کا یہ خیال ہوگیا کہ اب مجھے مجسٹریٹ سشن سپرد کریگا اس موقعہ پر اس نے کپتان پولیس سے کہا کہ میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ یہ مقدمہ بناوٹی ہے میرا دل اسکو نہیں مانتا کہ فی الواقعہ ایسی کوشش کی گئی ہو اور انہوں نے ڈاکٹر کلارک کے قتل کے لئے آدمی بھیجا ہو - آپ اس کی پھر تفتیش کریں - یہہ وہ وقت تھا کہ میرے مخالف میرے خلاف ہر قسم کے منصوبوں ہی میں نہ لگے ہوئے تھے بلکہ وہ لوگ جنکو قبولیت دعا کے دعوے تھے وہ دعاؤں میں لگے ہوئے تھے اور رو رو کر دعائیں کرتے تھے کہ میں سزایاب ہو جاؤں مگر خدا تعالیٰ کا مقابلہ کون کر سکتا ہے مجھے معلوم ہے کہ کپتان ڈگلس صاحب کے پاس بعض سفارشیں بھی آئیں مگر وہ ایک انصاف پسند مجسٹریٹ تہا اس نے کہا کہ ہم سے ایسی بدذاتی نہیں ہو سکتی - غرض جب مقدمہ دوبارہ تفتیش کے لئے کپتان لیمارچنڈ کے سپرد کیا گیا تو کپتان صاحب نے عبد الحمید کو بلایا اور اسکو کہا کہ تو سچ سچ بیان کر - عبد الحمید نے اسپر بھی وہی قصہ جو اسنے صاحب ڈپٹی کمشنر کے روبرو بیان کیا تھا دہرایا - اسکو پہلے سے یہ کہا گیا تہا کہ اگر ذرا بھی خلاف بیانی ہوگی تو تو پکڑا جاویگا - اسلئے وہ وہی کہتا گیا مگر کپتان صاحب نے اسکو کہا کہ تو تو پہلے بھی بیان کر چکا ہے صاحب اس سے تسلی نہیں پاتے - کیونکہ تو سچ سچ بیان نہیں کرتا - جب دوبارہ کپتان لیمارچنڈ نے اسکو کہا تو وہ روتا ہوا انکے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ مجھے بچالو - کپتان صاحب نے اسکو تسلی دی اور کہا کہ ہاں بیان کرو - اسپر اس نے اصلیت کہولدی اور صاف اقرار کیا کہ مجھے دہمکا کر یہہ بیان کرایا گیا تھا - مجھے ہرگز ہرگز مرزا صاحب نے قتل کے لئے نہیں بھیجا - کپتان اس بیان کو سنکر بہت خوش ہوا اور اس نے ڈپٹی کمشنر کو تار دیا کہ ہم نے مقدمہ نکال لیا ہے - چنانچہ پھر گورداسپور کے مقام پر یہہ مقدمہ پیش ہوا - اور وہاں کپتان لیمارچنڈ کو حلف دیا گیا اور اسنے اپنا حلفی بیان لکھوایا - میں دیکھتا تہا کہ ڈپٹی کمشنر اصلیت کے کہل جانے سے بڑا خوش تھا اور ان عیسائیوں پر اسے سخت غصہ تھا جنہوں نے میرے خلاف جھوٹی گواہیاں دی تہیں اسنے مجھے کہا کہ آپ ان عیسائیوں پر مقدمہ کر سکتے ہیں مگر چونکہ میں مقدمہ بازی سے متنفر ہوں میں نے یہی کہا کہ میں مقدمہ نہیں کرنا چاہتا میرا مقدمہ آسمان پر دائر ہے -

اسپر اسی وقت ڈگلس صاحب نے فیصلہ لکہا - ایک مجمع کثیر اس دن جمع ہوگیا ہوا تھا - اس نے فیصلہ سنانے وقت مجھے کہا کہ آپ کو مبارک ہو آپ بری ہوگئے - اب بتاؤ کہ یہ کیسی خوبی اس سلطنت کی ہے کہ عدل اور انصاف کے لئے نہ اپنے مذہب کے ایک سرگروہ کی پروا کی اور نہ کسی اور بات کی -

میں دیکھتا تھا کہ اسوقت میری دشمن تو ایک دنیا تھی اور ایسا ہی ہوتا ہے جب دنیا دکھہ دینے پر آتی ہے تو در و دیوار نیش زنی کرتے ہیں خدا ہی ہوتا ہے جو اپنے صادق بندوں کو بچا لیتا ہے - پھر مسٹر ڈوئی کے سامنے ایک مقدمہ ہوا - پھر ٹیکس کا مقدمہ مجھہ پر بنایا گیا مگر ان تمام مقدمات میں خدا نے مجھے بری ٹھہرایا - پھر آخر کرم دین کا مقدمہ ہوا - اس مقدمہ میں میری مخالفت میں سارا زور لگایا گیا اور یہ سمجھہ لیا گیا تھا کہ بس اب اس سلسلہ کا خاتمہ ہے - اور حقیقت میں اگر خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ سلسلہ نہوتا اور وہی اسکی تائید اور نصرت کے لئے کہڑا نہ ہوتا تو اسکے مٹنے میں کوئی شک و شبہ ہی نہ تہا - ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کرم دین کی حمایت کی گئی اور ہر طرح سے اسکو مدد دیگئی - یہانتک کہ اس مقدمہ میں بعض نے مولوی کہلا کر میرے خلاف وہ گواہیاں دیں جو سراسر خلاف تہیں اور یہانتک بیان کیا کہ زانی ہو - فاسق ہو - فاجر ہو پھر وہ متقی ہوتا ہے - یہہ مقدمہ ایک لمبے عرصہ تک ہوتا رہا - اس اثنا میں بہت سے نشانات ظاہر ہوئے -

آخر مجسٹریٹ نے جو ہندو تھا مجھہ پر صما (پانچسو) روپیہ جرمانہ کر دیا - مگر خدا تعالےٰ نے پہلے سے یہہ اطلاع دی ہوئی تھی -

عدالت عالیہ نے اسکو بری کر دیا

اسلئے جب وہ اپیل ڈویژنل جج کے سامنے پیش ہوا - خداداد فراست سے انہوں نے فوراً ہی مقدمہ کی حقیقت کو سمجھہ لیا - اور قرار دیا کہ کرم دین کے حق میں میں نے جو کچھہ لکہا تھا وہ بالکل درست تہا یعنے مجھے اسکے لکہنے کا حق حاصل تہا چنانچہ اسنے جو فیصلہ لکہا ہے وہ شائع ہو چکا ہے - آخر اسنے مجھے بری ٹھہرایا اور جرمانہ واپس کیا اور ابتدائی عدالت کو بھی مناسب تنبیہ کی کہ کیوں اتنی دیر تک یہہ مقدمہ رکھا گیا -

غرض

جب کوئی موقع میرے مخالفوں کو ملا ہے - انہوں نے میرے کچل دینے اور ہلاک کر دینے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکہا اور کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر خدا تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے ہر آگ سے بچایا اسی طرح جسطرح پر وہ اپنے رسولوں کو بچاتا آیا ہے - میں ان واقعات کو مد نظر رکہہ کر بڑے زور سے کہتا ہوں کہ

یہہ گورنمنٹ بمراتب اس رومی گورنمنٹ سے بہتر ہے جسکے زمانہ میں مسیح کو دکھہ دیا گیا - پیلاطوس گورنر جسکے روبرو پہلے مقدمہ پیش ہوا - وہ دراصل مسیح کا مرید تہا اور اس کی بیوی بھی مرید تھی - اسیوجہ سے اسنے مسیح کے خون سے ہاتھ دہوئے مگر باوجود اسکے کہ وہ مرید تہا اور گورنر تہا اس نے اس جرأت سے کام نہیں لیا جو کپتان ڈگلس نے دکھائی - وہاں بھی مسیح بے گناہ تھا اور یہاں بھی میں بے گناہ تہا - میں سچ کہتا ہوں

اور تجربہ سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو حق کے لئے ایک جرأت دی ہے پس میں اسجگہ پر تمام مسلمانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ انپر فرض ہے کہ وہ

سچے دلسے گورنمنٹ کی اطاعت کریں

یہہ بخوبی یاد رکھو کہ جو شخص اپنے محسن انسان کا شکر گذار نہیں ہوتا وہ خدا تعالےٰ کا شکر بھی نہیں کر سکتا - جس قدر آسائش اور آرام اس زمانہ میں حاصل ہے اسکی نظیر نہیں ملتی - ریل - تار - ڈاک خانہ - پولیس وغیرہ کے انتظام دیکھو کہ کسقدر فوائد ان سے پہنچے ہیں آج سے ساٹھہ برس پہلے بتاؤ کیا ایسا آرام اور آسانی تھی؟ پھر خود ہی انصاف کرو جب ہم پر ہزاروں احسان ہیں تو ہم کیونکر شکر نہ کریں - اکثر مسلمان مجھہ پر حملہ کرتے ہیں کہ تمہارے سلسلہ میں یہ عیب ہے کہ تم جہاد کو موقوف کرتے ہو - مجھے افسوس ہے - کہ وہ نادان اس کی حقیقت سے محض ناواقف ہیں وہ اسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرتے ہیں - آپ نے کبھی اشاعت مذہب کے لئے تلوار نہیں اٹھائی جب آپ پر اور آپ کی جماعت پر مخالفوں کے ظلم انتہا تک پہونچ گئے اور آپ کے مخلص خدام میں سے مردوں اور عورتوں کو شہید کر دیا گیا اور پھر مدینہ تک آپ کا تعاقب کیا گیا - اس وقت مقابلہ کا حکم ملا - آپ نے تلوار نہیں اٹھائی - مگر دشمنوں نے تلوار اٹھائی - بعض اوقات آپ کو ظالم طبع کفار نے سر سے پاؤں تک خون آلود کر دیا تہا مگر آپ نے مقابلہ نہیں کیا - خوب یاد رکھو کہ اگر تلوار اسلام کا فرض ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں اٹھاتے مگر نہیں وہ تلوار جس کا ذکر ہے وہ اس وقت اٹھی جب موذی کفار نے مدینہ تک تعاقب کیا -

اس وقت مخالفین کے ہاتھ میں تلوار تھی مگر اب تلوار نہیں اور میرے خلاف جھوٹی مخبریوں اور فتووں سے کام لیا جاتا ہے - اور اسلام کے خلاف صرف قلم سے کام لیا جاتا ہے - پھر قلم کا جواب تلوار سے دینے والا احمق اور ظالم ہوگا یا کچھہ اور -

اس بات کو کبھی مت بھولو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار کے حد سے گذرے ہوئے ظلم و ستم پر تلوار اٹھائی - اور وہ حفاظت خود اختیاری تھی - جو ہر مہذب گورنمنٹ کے قانون میں بھی جرم نہیں تعزیرات ہند میں بھی حفاظت خود اختیاری کو جائز رکھا ہے - اگر ایک چور گھر میں گھس آوے اور وہ حملہ کرکے مار ڈالنا چاہے اس وقت اس چور کو اپنے بچاؤ کے لئے مار ڈالنا جرم نہیں ہے

باقی آئندہ

اسلامی بنک کی تجویز

اسلام کے پاک اصول اور احکام کو طرح طرح سے نیست و نابود کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ کہیں برائے نام مسلمان نماز روزوں کے پیچھے پڑے ہیں کہیں حج زکوٰۃ اور قربانیوں کو موقوف کرنا چاہتے ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا ایک مسلمان اخبار میں یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ پانچ نمازوں کے بجائے دو نمازیں کردی جائیں تو بڑی آسانی ہو جائیگی اور بہت سے لوگ جو پانچ نمازیں پڑھنے سے گھبرا کر بالکل نماز کو خیرباد کہہ بیٹھتے ہیں وہی نمازیں پڑھ لیا کریں گے۔ قاری سرفراز حسین صاحب نے یہ تجویز کی تھی کہ پتلون کوٹ نکٹائی پہنے پہنے کرسیوں پر بیٹھکر نماز ہو جایا کرے۔ اور روزوں میں کچھ ریفرمنٹ ہو جایا کرے تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ جنٹلمین بھی شریک ہو جائیں گے۔ اسی قسم کی تجویز بعینہٖ انہی دلائل کو استعمال کر کے مولوی انشاء اللہ صاحب اور ڈپٹی سردار احمد صاحب نے پیش کی ہے۔ یہ تجویز ایک اسلامی سودی بنک کے قائم کرنیکے متعلق ہے۔ چنانچہ ۷ ستمبر ۱۹۰۶ء کے وطن میں ذیل کا لیڈر نکلا ہے جسے میں پورا نیچے نقل کرتا ہوں تا کہ ناظرین خود بھی مولوی انشاء اللہ صاحب کی منطق کو دیکھ لیں۔

”ڈپٹی سردار احمد صاحب نے بنک کے قیام کی ضرورت ثابت کرتے ہوئے ضمناً سلطانی بنکوں کا بھی ذکر کیا تھا۔ اسپر ایک مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ ”حضرت سلطان بیشک ہمارے سرتاج ہیں۔ لیکن ان کی سلطنت میں اور کونسا شرعی قانون نافذ ہے کہ انکا یہ فعل ہمارے لئے سند ہو سکے سلطان پر کیا موقوف ہے اسوقت کسی اور اسلامی ملک میں بھی شرعی حدود جاری نہیں تو کیا اس سے یہ لازم آئیگا کہ مسلمان شرع کو چھوڑ دیں“ ہو وطن اس موقع پر فاضل معترض سے کوئی لمبی بحث نہیں کرنا چاہتا بلکہ الزاماً یہ لکھتا ہے کہ جب دیگر شرعی حدود کو نظرانداز کر دینے کے باوصف محکوم و آزاد ممالک کے مسلمان برابر مسلمان رہ سکتے ہیں تو بنکوں کے متعلق نئے اجتہاد پر عمل پیرا ہونے سے بھی انکی مسلمانی میں فرق نہیں پڑنا چاہئے اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کریم میں غور و تدبّر کرنا چھوڑ دیا ہے اور صرف چند الفاظ کو مدّنظر رکھکر کلام اللہ کے باقی حصّے اور تعلیم اسلام کی اصل روح کو بھلا دیا ہے۔ سود کے مسئلہ کو لو۔ اوّل تو ربا کے معنے میں ہی اختلاف ہے۔ ایک فریق اس کے معنے یوژری ظالمانہ بیاج کے کرتا ہے۔ اور تجارتی شرح کے سود کو اس سے خارج سمجھتا ہے اور مخالف اس کے اس استدلال کا کوئی شافی جواب نہیں دے سکے۔ دوم وہ یہ نہیں سوچتے کہ کئی علمائے سلف و حال خود ربا کا بھی چند صورتوں میں غیر ممنوع ہو جانا تسلیم کر چکے ہیں۔ مگر اسکے معنے خواہ کچھ ہوں اوسکی ممانعت کی اصل وجہ ہمدردی پر مبنی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان کو روپیہ کی ضرورت ہے۔ اور اوسے بازار سے کسی طرح ایکر روپیہ سیکڑہ سے کم سود پر قرض نہیں مل سکتا۔ اور ادھر کوئی مسلمان بطور قرض حسنہ روپیہ دینے پر تیار نہیں۔ تو اگر کوئی مسلمان اوسے محض بخیال ہمدردی و تعلق اسلامی ۸ر سیکڑہ سود پر روپیہ دے۔ تو کیا اس نے منشاء الٰہی کے خلاف کیا؟ یا ۶ر سیکڑہ کم لینے سے منشاء الٰہی کو قدرے پورا کیا؟ حالات زمانہ اور نکبت قومی کے اثر سے جس سے اسوقت شاید ہی کوئی بشر بچا رہا ہو۔ اگر وہ اسقدر ہمدردی نہیں کر سکا کہ بالکل بلا منافع دے تو کیا اوس کے اسقدر احسان کرنے کا یہ صلہ ملنا چاہئے۔ کہ اسے الٹا مطعون کیا جائے۔ جسکا بدیہی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ آیندہ وہ کسی کو قرض نہ دیگا۔ اور مسلمان ضرورت مند کو پوری شرح پر غیر اقوام سے قرض لینا پڑیگا۔ اسلام تو یہ کہے کہ لاضرر ولاضرار فی الاسلام اور ہمارے مولوی دو مسلمانوں کے صریح نقصان کو عین مقتضائے اسلام قرار دیں؟ ربا بیشک حرام مطلق ہے لیکن مسلمانوں کیلئے۔ پہلے مسلمان تو بنو۔ جب مسلمانوں میں پھر نور ایمان ایسا مضبوط ہو گیا کہ وہ اپنی ضرورت پر اپنے ہمسایہ بھائی کی آسائش کو مقدم رکھنے لگیں۔ تو ربا خود بخود حرام ہو جائیگا۔ مگر اس زمانہ میں جبکہ اپنی آسائش تو کوئی بھی مسلمان اپنے بھائی کی اشد ضرورت کے لئے چھوڑنے پر تیار نہیں ہو سکتا۔ ربا سنگین سود در سود البتہ ممنوع ہے معمولی تجارتی شرح سود کے جواز پر مُصر رہنا دماغی جمود قومی نکبت و ذلّت فضول پرخاش جوئی اور موشگافی کی عادت بدکی اور انہی بیشمار نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو ہم مسلمانوں کی بات بات میں چند صدیوں سے ہویدا ہو رہی ہیں۔ بہرحال یہ ایک اجتہادی امر ہے۔ جو اس میں قباحت نہ دیکھیں شامل ہوں۔ اور جنکو کوئی شرعی یا عقلی حجّت و عذر ہو۔ وہ الگ رہیں۔ سردار صاحب کی رائے ذاتی نہیں کئی جلیل القدر علماء بھی یہی خیال و رائے رکھتے ہیں“۔

یہ مضمون کسقدر بے سروپا ہے ایک ہی دفعہ پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ اوّل تو لکھا ہے کہ شرعی حدود کو نظرانداز کر دینے کے باوصف مسلمان برابر مسلمان رہ سکتے ہیں۔ اسوقت شاید مولوی انشاء اللہ صاحب کا عمل اس شعر پر ہے ع زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہ گیا۔ یہ سچ ہے مسلمانی ایسی کچی چیز تو نہیں کہ قرآن شریف پر عمل کرنا چھوڑ دینے سے اس میں فرق آجاوے پھر لکھا ہے کہ اصل میں قرآن کریم پر غور و تدبّر سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس زمانہ میں شرعی حدود پر عمل کرنیکی ضرورت باقی نہیں رہی پھر ربٰو کے معنے سود در سود کئے ہیں اور تجارتی شرح سود کو اس سے خارج کیا ہے پھر حرمت ربٰو کی علت ہمدردی بتا کر یہ ظاہر کیا ہے کہ جتنا کم سود کوئی لیگا اسیقدر زیادہ اسکی ہمدردی اپنے بھائیوں سے پائی جائیگی پس یہ اختیاری امر ہو گیا یعنی ایک روپیہ سود لینے والے کی ہمدردی سے چودہ آنے والے کی ہمدردی زیادہ ہوئی اور بارہ آنے والے سے ۸ر والے کی۔ جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ پوری ہمدردی بغیر سود چھوڑنے کے نہیں ہو سکتی۔ اور حرمت ربٰو سے مطلق سود کی حرمت لازم آئی۔ پھر لکھا ہے کہ ربا بیشک حرام مطلق ہے لیکن مسلمانوں کے لئے۔ پہلے مسلمان بنو۔ جس سے معلوم ہوا کہ ربا کے جائز ٹھہرانے والے مسلمان نہیں اور سب سے آخر لکھا ہے کہ معمولی تجارتی شرح سود کے جواز عدم جواز پر مُصر رہنا دماغی جمود قومی نکبت و ذلّت وغیرہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ معلوم نہیں جس صورت میں آپ خود جواز پر مُصر ہیں اس کیلئے کیا معنے ہونگے؟ اب ذرا اور غور کی نظر سے ان بیانات کو دیکھنا چاہئے کیا یہ سچ ہے کہ سلطان روم کا کوئی فعل ہمارے لئے قابل عمل ہے؟ یا جو شخص مسلمانوں میں سے بادشاہ ہو جائے اسکے افعال قابل پیروی ہو جاتے ہیں؟ جو شخص قرآن کریم کے کسی حکم کو توڑتا ہے اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ ویسا ہی قابل مواخذہ ہے خواہ بادشاہ ہو یا فقیر۔ ہاں بادشاہ فقیر سے زیادہ قابل مواخذہ ہے کیونکہ وہ اپنے ساتھ اوروں کو بھی ہلاکت کے گڑھے میں گراتا ہے۔ مسلمان رہتے یا نہ رہنے کو آپ سمجھیں۔ مگر ہم تو یہ صاف صاف دیکھ رہے ہیں کہ جب سے اسلامی بادشاہوں نے قرآن شریف کے احکام پر چلنا چھوڑ دیا ہے اسی وقت سے ادبار و نحوست ان کے سر پر آئے ہیں اگر وہ اسلام کے احکام پر چلنے والے ہوتے تو ادبار کا منہ کیوں دیکھتے سلطان نے اگر بنک جاری کئے ہیں تو محض عیسائیوں کی پیروی کر کے ممکن ہے کہ انہوں نے کسی مجبوری کیوجہ سے کئے ہوں بہرحال انکا فعل ہمارے لئے پیروی کے قابل نہیں۔ ہاں اگر مولوی انشاء اللہ صاحب یا ڈپٹی سردار احمد صاحب یہ دکھاتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کم از کم حضرت ابوبکرؓ یا حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ یا حضرت علیؓ نے کوئی سودی بنک جاری کئے ہوئے تھے تو یہ مسلمانوں کیلئے ایک دلیل بھی تھی۔ افسوس ہے کہ قرآن شریف کے صریح احکام کے خلاف سلطان روم کا عمل پیش کیا جاتا ہے سلطان پرستوں کیلئے اگر یہ کوئی دلیل ہو تو ہو مگر خدا پرست مسلمانوں کیلئے یہ جواز سود کی کوئی دلیل نہیں۔ اب ہم وطن کی ”اصل بات“ کو دیکھتے ہیں جس میں یہ الہام دیا گیا ہے کہ مسلمانوں نے احکام قرآنی کے ظاہری الفاظ کو مدّنظر رکھکر تعلیم اسلام کی اصل روح کو بھلا دیا ہے۔ اور اسکی مثال مسئلہ سود سے دی ہے۔ افسوس ہے کہ تیرہ سو سال تک یہ اصل روح مسلمانوں کو معلوم نہ ہوئی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی (نقل کفر کفر نباشد) اس اصل روح سے بے خبر رہے۔ کیونکہ وہ بھی قرآن کریم کے ظاہری الفاظ کو دیکھکر ہر قسم کے سود کو حرام سمجھتے رہے ورنہ نئے ایماندار کسی حدیث سے ثابت کر کے دکھاویں کہ تجارتی سود لیا کرتے تھے۔ اور صرف سود در سود کو حرام سمجھتے تھے۔ وطن کا یہ لکھنا کہ ربا کے معنے ظالمانہ بیاج ہیں یعنی دو روپیہ سیکڑہ یا اس سے زیادہ۔ اور تجارتی شرح سود اس سے خارج ہے اور کہ جو لوگ یہ معنے ثابت کرتے ہیں فریق مخالف انکا شافی جواب نہیں دیسکتا ایک سیاہ جھوٹ ہے۔ اور اگر وطن میں اپنی بات کا ذرہ بھی پاس ہے اور محض نیک نیتی سے وہ اسلام کے فائدہ کے لئے یہ کام کر رہا ہے تو وہ دکھاوے کہ وہ کونسے دلائل ہیں جنکی بنا پر یہ معنے کئے جاتے ہیں۔ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث سے اس لفظ کے یہ معنے ثابت ہیں یا کسی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی کے قول سے یا چاروں اماموں میں سے کسی امام کے اجتہاد سے یا کسی محدث کی رائے سے یا کسی لغت کی کتاب سے اگر ان میں سے کوئی ایک گواہ بھی مولوی انشاء اللہ صاحب پیش کر دیں تو پھر فریق مخالف سے تشفی بخش جواب بھی پا دیں لیکن جب تک ایسے معنے کرنے کے لئے سوائے سر سید احمد خان کی غلط رائے کے اور کوئی دلیل نہیں جسکی غلطی کو میں سود کے مضمون میں بڑے بسط سے ظاہر کر چکا ہوں تو یہ کہنا کہ ربا کے معنوں میں تجارتی شرح سود داخل نہیں پبلک کو دھوکہ دینا ہے۔ ہاں اور یہ معنے ثابت کرتے وقت یہ بھی دکھاویں کہ لغت عرب میں تجارتی شرح سود کے لئے اور کونسا لفظ ہے۔ اور قرآن کریم اور حدیث میں اس ناپاک تجارتی شرح کے لئے کہاں کہاں حکم آیا ہے اور یہ بھی ثابت کریں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم یا تابعین

میں سے کون کون سے جلیل القدر انسان تجارتی شرح سود لیا کرتے تھے - اور اگر وہ ان باتوں میں سے کوئی بھی ثابت نہ کر سکیں تو ایک حق پسند آدمی کو یہ کہنا پڑیگا کہ وہ مسلمانوں کو بے ایمان بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ کوشش انکی اس سے بھی ثابت ہے کہ ہمارے رسالہ کو جو اسلام پیش کرتا ہے غیر مسلموں میں پھیلانا گناہ سمجھتے ہیں اور اس کے خلاف آرٹیکل لکھتے ہیں - لیکن خود ولیم میور کی کتابوں کو جن میں اسلام کو ایک جھوٹا مذہب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ ایک مفتری اور قرآن شریف کو انسان کا کلام بتایا گیا ہے - مسلمانوں میں پھیلانیکی کوشش کر رہے ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھکر ینابیع الاسلام جیسی گندی کتاب کو اشتہار دے دیکر پھیلا رہے ہیں اور اپنی ایجنسی میں ان کتابوں کو فروخت کرتے اور دن رات ان کے اشتہار شائع کرتے ہیں اور اسطرح پر دجال کا ہاتھ بٹا رہے ہیں - اور ان ذرائع سے وہ صرف مسلمانوں کو بے ایمان بنانیکی کوشش ہی نہیں کرتے بلکہ اپنے ان کتابوں کی دوگنی تگنی قیمتیں بھی وصول کر رہے ہیں یعنی ینابیع الاسلام انگریزی جو ہر ایک عیسائی کتب خانہ سے عہ کو ملتی ہے آپ چار روپیہ کو بیچتے ہیں اور اس کی اصلی چھ روپے بتلاتے ہیں اور میور کی خلافت جو چھ روپے کو ملتی ہے - دس روپے کو بیچتے اور اسکی اصلی قیمت اس سے بھی زیادہ بتاتے ہیں - ایسا ہی دوسری کتابوں کا بھی حال ہے - شاید یہ وہ اس لئے کرتے ہیں کہ جس طرح سود کے ناجائز طریق سے مال حرام کھانا انہوں نے جائز کر دیا ہے اسی طرح دوسرے ناجائز طریقوں کو جنسے مال حاصل کر سکیں وہ جائز سمجھتے ہیں غالباً چند دنوں میں قمار بازی کے جواز پر اور حصول مال کے دوسرے ناجائز طریقوں کے جواز پر بھی فتویٰ دیں گے - یا شاید زیادہ قیمت اس لئے وصول کرتے ہیں کہ مسلمان سود کے ذریعہ روپیہ کمائیں اور یہ مال "مال را بہ بجائے حرام رفت" کا مصداق ہو اور یا ممکن ہے کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ انہوں نے چونکہ سود کے ذریعہ روپیہ کمانیکی ایک مفید تجویز مسلمانوں کو بتائی ہے اسلئے اسکا صلہ اس رنگ میں چاہتے ہیں - بہر حال کچھ ہی ہو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کو غرق کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں خدا انکو انکی اس ارادے میں ناکام رکھے!

ایک اور معقول وجہ جو جواز سود کی مولوی انشاء اللہ صاحب نے پیش کی ہے سن لیجئے کہتے ہیں کہ:

ممانعت ربا کی علت تو ہمدردی ہے - پس اگر کوئی پوری ہمدردی نہیں کر سکتا تو تھوڑی ہی کرے بہت خوب وہ تو جتنے کیا دہ آپ بھگتے گا مگر کیا اس سے جواز سود کے لئے فتویٰ دینے کی دلیل پیدا ہوتی ہے مولوی صاحب اور ڈپٹی صاحب ذرا غور فرمائیں - ایک شخص پانچ نمازیں نہیں پڑھ سکتا ایک یا دو ہی پڑھ لیتا ہے وہ تارک نماز سے اچھا ہے یا ویسا ہی اس سے تو ہمیں بحث نہیں مگر کیا اس بنا پر یہ فتویٰ درست ہوگا کہ مسلمان دو ہی نمازیں پڑھ لیا کریں پانچ کی ضرورت نہیں ایک شخص رمضان میں دو تین روزے رکھتا ہے اس نے اچھا برا جو کچھ کیا اپنے نفس کے لئے کیا مگر کیا یہ فتویٰ درست ہوگا کہ سارے رمضان کے روزوں کی ضرورت نہیں تین چار بھی کافی ہیں اور ان سے مسلمانی میں کچھ فرق نہیں آتا - اور لیجئے حرمت خمر کی دلیل دی ہے انما یرید الشیطٰن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضآء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ فھل انتم منتھون - پس آپ کی دلیل کی رو سے جو شخص تھوڑی شراب پیکر عداوت اور بغض ہوکر رہے اور ذکر اللہ سے بھی تھوڑا ہی ہٹا رہے تو وہ زیادہ شراب پینے والے سے اچھا ہوا اور اس لئے اب یہ فتوےٰ دیدو کہ تھوڑی شراب پی لینے میں یا تھوڑا جوا کھیلنے میں کوئی ہرج نہیں - بلکہ آپ نے اسلامی سودی بنک کی تجویز تو کی ہے ساتھ ایک اسلامی شراب خانہ اور اسلامی قمار خانہ کا اشتہار بھی دیجیئے اور اپنے بنک کیطرح جسمیں اس کرہ سود لیا جاویگا ان ہر دو کے متعلق یہ اشتہار دیدیں کہ اس شرابخانہ میں کسی مسلمان کو ایک پاؤ بھر شراب سے (یا آدھ پاؤ سہی جیسا کہ مزاج میں آئے کریں یا وطن کے ناظرین سے مشورہ کر لیں) زیادہ شراب نہیں دیجاویگی اسطرح پر جو مسلمان ہندوؤں کے شرابخانہ میں جاکر بدمست ہوکر شراب پی لیتے ہیں اور بہت روپیہ ضائع کرتے ہیں انکا فائدہ ہو جائیگا - اور اسلامی قمار خانہ کے متعلق یہ قاعدہ مقرر کر دیں کہ اسمیں کسی شخص کو اپنی آمدنی کے دسویں حصہ سے زیادہ جوا کھیلنے کی اجازت نہ ہوگی اسطرح آپ ان مسلمانوں کو بچالیں گے جو ساری جائداد ہی قمار بازی میں کھو بیٹھتے ہیں ہمارے نزدیک تو اسلامی سودی بنک کے ساتھ اسلامی شرابخانہ اور اسلامی قمار خانہ کا ہونا نہایت ہی ضروری ہے - آپ وطن میں اشتہار دیں تو بہت سے حصہ دار بھی پیدا ہو جائینگے - کم از کم وہ روپیہ جو آپکی پہلی تجویز کے مطابق اشاعت اسلام میں صرف ہونا تھا وہ انہی اسلامی امداد میں صرف کر دیں - حج بھی ہو گیا اور بیوپار بھی - اور مزید براں مرزا صاحب کی مخالفت بھی اس طرح ہو جائیگی اور ان باتوں میں کوئی شخص آپکو مطعون کرنیکا حق بھی نہیں رکھتا کیونکہ اگر آپ کسی کو شراب خوری اور قمار بازی سے بالکل نہیں بچا سکتے تو آپ کا اسطرح پر تھوڑا بچا لینا ہی قوم پر بڑا بھاری احسان ہے - اس طرح پر آپ اسلام میں ایک یگانہ مصلح ہو جائیں گے -

ایک اور دلیل جواز سود کی مولوی انشاء اللہ صاحب نے یہ دی ہے کہ ربا تو حرام مطلق ہے مگر ابھی مسلمان مسلمان ہی نہیں - اسلئے ابھی انکی جواز میں کیا حرج ہے جب پورے مسلمان بنجائیں گے تو ربا بھی حرام ہو جائیگا - یہ بات البتہ معقول معلوم ہوتی ہے مگر مگر اس میں کچھ نقص ہیں انکو بھی رفع کر دیجیئے مثلاً چونکہ مسلمان مسلمان تو ہیں نہیں اسلئے ابھی انہیں نمازوں سے بھی معارف رکھا جائے اور رمضان کے روزے بھی ابھی ان پر ایک بوجھ ہے جب مسلمان بنجائینگے تو خود ان احکام کی بھی پابندی کرنے لگ جائیں گے - ایسا ہی اوامر و نواہی جسقدر ہیں ابھی ان پر عمل کرنیکی مسلمانوں کو ضرورت نہیں کیونکہ وہ مسلمان ہی نہیں جب مسلمان بنیں گے تو خود قرآن شریف کے احکام کو مان لیں گے پس سب مسلمان اخبار نویسوں کا جنکو آپ کے نزدیک غیر مسلمان مسلمان کہنا چاہیئے یہ فرض ہے کہ وہ عام طور پر اخباروں میں اعلان کر دیں کہ اسلام کے کسی حکم کو ماننا ضروری نہیں کیونکہ ابھی مسلمان مسلمان ہی نہیں ہیں جب مسلمان ہو جائیں گے تو خود احکام قرآنی کی بھی پیروی کرنے لگیں گے یہ مسلمان بنانے کی نہایت عمدہ تجویز ہے اور شاید اسی لئے آپ میور کی کتابوں کی اشاعت کرتے ہیں کہ ابھی مسلمانوں کیلئے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ قرآن شریف کو خدا کا کلام مانیں یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان رکھیں - بیشک یہ اسلامی سودی بنک کا جزو لازم ہے اور یہ نتیجہ ہے آپکے قرآن کریم پر غور و تدبر کا خیر بہر حال آپ مسلمانوں کے ہمدرد ضرور ہیں مگر ہماری یہ دعا ہے کہ خدا آپ جیسا کوئی اور ہمدرد پیدا نہ کرے - آمین -

ڈپٹی سردار احمد صاحب نے جو جواب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو لکھا تھا اسکی بہت سی باتوں کا جواب آ ہی آگیا - ہاں ڈپٹی صاحب کا ایک سوال ہے وہ لاجواب سمجھتے ہیں یعنی یہ کہ اسوقت مسلمان تاجروں میں کثرت سود خواروں کی ہے پس بہتر ہے کہ جواز سود کا فتویٰ دیا جاوے ورنہ رہی سہی تجارت بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتی رہے گی اسی طرح ایک نئی روشنی کا دلدادہ کہہ سکتا ہے کہ اس زمانہ میں جنٹلمینوں میں کثرت بے نمازوں کی ہے - پس بہتر ہے کہ یہ فتویٰ دیدیا جاوے جیسا کہ اکثر مغربی تہذیب کے شیدائی دے رہے ہیں کہ نماز ایک پرانے زمانہ کی جہالت کی رسم ہے اور نئی روشنی کے ساتھ نماز نہیں چل سکتی اور دلیل اسکی یہی کہ اکثر جنٹلمین تارک صوم و صلوٰۃ ہیں - اور جسطرح سود کے مجوز یہ دلیل دیتے ہیں کہ مسلمانوں کا انہیں نفع ہے اسی طرح ترک صلوٰۃ کے مجوز کہتے ہیں کہ نمازوں میں وقت یونہی ضائع ہوتا ہے اور یہی وقت کسی مفید دنیاوی کام پر لگایا جاسکتا ہے - انکے نزدیک پانچ نمازوں پر منحصر رہنا اسی دماغی جمود قومی نکبت وغیرہ کی نشانی ہے جیسے مجوزین سود کے نزدیک عدم جواز سود پر منحصر رہنا - پس ڈپٹی صاحب ایک ہی اصلاح کے کیوں درپے ہیں انہیں دلائل کو استعمال کرکے وہ ایک سرے سے ہی مذہب اسلام پر ہاتھ کیوں نہیں پھیرتے - تا ہر روز انکو لکھنے اور فریق مخالف کو جواب دینے کی ضرورت نہ ہے ڈپٹی صاحب کا یہ دعویٰ کہ تجارت بلا سود ہو ہی نہیں سکتی بالکل غلط ہے آخر صحابہ بھی حرمت سود کے حکم کے بعد تجارت کرتے رہے مگر کیا ثابت ہے کہ کبھی کسی نے سود لیا وہ تو سود کو سؤر کی برابر سمجھتے تھے کیونکہ سود لینے والوں کے لئے یہ حکم تھا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ - اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر بہت سے مسلمان کسی حکم قرآنی کی خلاف ورزی کریں تو کیا اس سے وہ حکم منسوخ ہو جاتا ہے؟ یا اسکے خلاف کوئی دلیل قائم ہو جاتی ہے؟ - اگر ایسی صورت ہے تو بتائیں کہ کتنے فی صدی نماز پڑھتے ہیں کیا پھر یہ کہنا چاہیئے کہ مسلمان نماز نہ پڑھا کریں؟ بڑا عذر مجوزان سود کا اسبات پر ہے کہ مسلمان سود دیتے ہیں تو لیں کیوں نہ؟ کیا ایک گناہ سود دینے کا کافی نہیں جو ایک دوسرے کی ضرورت بھی انکے لئے سمجھی جاتی ہے اور پھر جس صورت میں بنک تجویز کیا جاتا ہے وہ علی الاعلان قرآن کریم کی ایک حکم کی خلاف ورزی ہے حالانکہ جو شخص سود دیتا ہے وہ غالباً کسی مجبوری کیحالت میں ارتکاب کرتا ہے جیسی وہ چھپاتا ہے فرق دونوں صورتوں میں ایسا ہی ہے جیسا ایک شخص نماز نہ پڑھے اور دوسرا علی الاعلان یہ اشتہار دے کہ مسلمانوں کو نماز نہ پڑھنی چاہیئے ایک شخص شراب پئے اور چھپائے اور دوسرا یہ اعلان کرے کہ مسلمانوں کے لئے شراب کا پینا جائز ہے اور ایک دوکان کھولکر لوگوں کو شراب پینے کیلئے بلائے - عموماً سود دینے والے ایک اضطرار کی حالت میں سود دیتے ہیں اور اللہ غفور رحیم ہے اگر چاہے تو انکو معاف کر دے - مگر کھلم کھلا قرآن کریم کی خلاف ورزی کرنیوالا کبیرہ گناہ کا مجرم ہے - ہم ایسے ایک اجتہاد دیکھنے کیلئے تیار ہیں - مگر آپ پہلے یہ دکھائیں کہ کونسی لغت میں یا حدیث میں ربا کے معنے سود در سود لکھے ہیں اور تجارتی شرح سود کو اس سے خارج سمجھا ہے اور اگر یہ نہیں دکھا سکتے تو قرآن کریم نے حرام ربا مطلق کیا ہے اور کوئی تخصیص حکم قرآنی میں نہیں پائی جاتی اور احادیث میں بھی ربا مطلق کو حرام کیا ہے اور صحابہؓ کا عمل بھی یہی تھا کہ انہوں نے نہ تجارتی شرح پر سود لینا نہ سود در سود آخر اجتہاد کے لئے کوئی دلائل بھی تو چاہئیں اور وہ باتیں جنکو ڈپٹی صاحب نے فخر کرکے مولوی محمد حسین کے جواب میں لکھا ہے وہ دلائل نہیں بلکہ ایسی بودی باتیں ہیں

روئے زمین کے مسلمانوں کی انجمن

میں نے گذشتہ نمبر میں اس تحریک کا کسی قدر چرچہ پیش کیا ہے جو آجکل اخبارات میں مسلمانوں کے اجتماع اور اتحاد کے متعلق گشت کر رہی ہے۔ اس ضمن میں لنڈن کی پین اسلامک سوسایٹی کا اجمالی ذکر بھی غالباً بے سود نہ ہوگا۔ یہہ سوسایٹی بھی کئی سالوں سے اسی غرض اتحاد کو لیکر قائم ہوئی ہے لیکن اگر اس کے کام کی تفصیل پوچھی جاوے تو جواب ہوگا ہیچ! اسی طرح پر آج کل ہندوستان و پنجاب کے بعض اخبارات میں شیعہ سنیوں کے اتحاد پر آرٹکل لکھے گئے اور ان مصلحان قوم نے اپنی تجاویز میں ایک جدید شریعت بھی بنا کر پیش کردی جو اگر دو نو قومیں با فرقے اختیار کرلیں تو ان میں مغایرت باقی نہ رہے۔ غرض یہہ بے شبہ مان لینے کے قابل بات ہے کہ اسلامی عالم میں مسلمانوں کے ایک مرکز پر جمع کرنے کا خیال عام ہو رہا ہے اور کم و بیش اس کے متعلق مساعی بھی ہو رہی ہیں۔ نفس تجویز کے مفید ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا اور نہ ہونا چاہئے۔ لیکن وہ امر جو قابل غور ہے وہ یہہ ہے کہ آیا یہہ اتفاق اور اتحاد بین المسلمین ہو بھی سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتا ہے تو اسکی راہ کیا ہے؟ میں اپنے آرٹکل میں اس مضمون پر اپنی سمجھ اور ایمان کے موافق روشنی ڈالونگا۔ اس سے فایدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا یہہ جدا بات ہے ہاں میں یہ ضرور کہونگا کہ اگر مسلمان آج اس پر توجہ نہیں کرینگے تو وہ تھوڑے دنوں کے بعد دیکھ لینگے کہ چار و ناچار انہیں اسی راہ پر آنا پڑیگا۔

میں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ جوش اور یہہ تحریک کیوں شروع ہوئی ہے؟ اسلئے پہلے اسکا جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی سلسلہ قائم کرتا ہے۔ تو اس کے جو مقاصد اور اغراض ہوتے ہیں اسکے سامان بھی ساتھ ہی پیدا کرتا ہے اور اس کیلئے دلوں میں ایک جوش اور تحریک بھی ساتھ ہی شروع کر دیتا ہے وہ بطور ارہاص اور تمہید کے ہوتا ہے۔ چونکہ اسوقت اللہ تعالیٰ نے ایک سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ اور اسکی غرض وہ مقصد وحدت کو قائم کرنا ہے وہ وحدت خواہ اللہ تعالیٰ کی یکتائی یگانگت کی ہو اور خواہ نوع انسان کے اتحاد و موافقت کی اس لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں علمی حقایق کے انکشاف سے دلوں میں ہستی پرستی وغیرہ سے نفرتیں پیدا کر دی ہیں وہاں دلوں میں اتحاد اور اتفاق کے لئے بھی زور دار تحریک پیدا کر دی ہے۔ یہ تحریک تو ہو رہی ہے مگر لوگ اس راہ سے ناواقف ہیں جس راہ سے اس پر عمل درآمد ہو سکتا ہے میں دوسرے تمام نزاعوں اور نفاقوں کو چھوڑکر مسلمانوں کی قوم کے تفرقہ اور اختلاف پر نظر کرنی چاہتا ہوں وہ اس امر سے واقف ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت کس قدر اختلاف اور تفرقہ قوم میں تھا۔ یہانتک اس اختلاف اور تفرقہ کے مٹا دینے کو قرآن کریم نے بطور تحدیث نعمت بیان کیا ہے اسی طرح آج ایک آگ اسلام اور مسلمانوں کے خرمن میں لگی ہوئی ہے اور مسلمان ہیں کہ منہ کی پھونکوں سے یا آتینوں سے اسی آگ کو بجھانا چاہتے ہیں۔ اس صورت میں کامیابی معلوم! اگر یہ اتحاد جو ایک قائم کرنا چاہتے ہیں مداہنہ اور نفاق کے رنگ میں ہو تو اسکا انجام بخیر نہیں ہو سکتا۔ ایک شیعہ شیعہ رہ کر خدا تعالیٰ کے قدوسیوں کا بغض اور عداوت اور جوش تبرا لی کر کیونکر اس شخص سے مل سکتا ہے جو انکی محبت سے سرشار اور اسکے دشمنوں سے بیزار ہے میں نے بڑی غور کی ہے اس سوال پر کہ مسلمانوں کو جب متحد کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو کیوں اس راہ کا ذکر نہیں کیا جاتا جس سے جزوی اور فروعی اختلافات کو مٹا یا جاوے گا یا صرف لفظی طور پر ایسی تجاویز پاس کر دینے سے کوئی فائدہ ہو سکے گا۔ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ ایسی ہو دگیوں سے خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکے گا کیونکہ اس کے شعایر اللہ کی بے حرمتی ہوگی اگر مداہنہ اور پولیسی کی تجویز کبھی کارگر ہو سکتی تو یہہ میلان اس شخص میں پیدا ہونا چاہئے تھا جو دنیا کی اصلاح کے عظیم الشان منصب پر سرفراز ہو کر آیا تھا مگر اسے تو غیور خدا نے کہا ودوا لو تدھن فیدھنون پھر تم کیا اور تمہاری اصلاح کی طاقت کیا؟ یہہ یاد رکھو کہ اگر اسوقت مسلمانوں میں عرب جاہلیت نے دوبارہ سر نکالا ہے اور وہ آگ شقاق اور نفاق کی انہیں بھڑک اٹھی ہے اور قبیلہ قبیلہ کا بت جدا بن گیا ہے اور یہہ بالکل سچ ہے کہ ایسا ہی ہوا ہے مسجدوں اور خانقاہوں میں عجائب خانوں کی طرح السانوں کے ڈھیر اور پتھر پڑے ہوئے ہیں انہیں راستی اور صداقت کی کوئی روح نہیں۔ ان میں تقوی اور طہارت کی پابندی نہیں شریعت حقہ کا پاس نہیں۔ بے باکی۔ اباحت۔ دہریت اور فسق و فجور کا مرض عالمگیر ہو رہا ہے پھر کیا سمجھ میں نہیں آتا کہ اس مرض اور وباء کو تسلیم کرنے کے باوجود وہ علاج کیوں کیا جاتا ہے جو اس کا مخالف ہے۔

اسے اسلام اور اہل اسلام کے لئے درد مند دل رکھنے والو! غور کرو۔ کہ ان امراض کے علاج کے لئے اور ان مصیبتوں کے تدارک کے لئے کوئی راہ اور روک نہیں بجز اس اسوہ کے جو ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ نے ایسے وقتوں کیلئے مقدر کیا ہے؟ سب کے کامل اصلاح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کی جنہوں نے قوم کے خطرناک جھگڑوں میں پر شوکت آواز سے کہا

آ الی الجاھلیۃ وانا فیکم

یعنے کیا تم اب تک جاہلیت کی سی باتیں کرتے ہو اور میں تم میں ہوں اور اسی پر شوکت اور جلالی صدا پر سب نے سر تسلیم خم کر لیا۔ اس وقت ضرورت ہے ایسے ہی وجود کی وہی ہوگا جو فروعی اور جزوی اختلافات مٹا کر ایک سطح پر ہم سب کو لے آئیگا اور جس کی آواز پر ہمارے جوش سرد پڑ جائینگے اور تلواریں میان میں ہو جائینگی۔ اور باہمی عداوت اور مفارقت۔ محبت اور موافقت سے بدل جائے گی۔

سنت اللہ نے ہمیشہ یہی دکھایا ہے کہ ایک وجود مفترض الطاعۃ اور مطاع باذن اللہ کے سوا کبھی اس آگ پر پانی نہیں پڑا کیونکہ یہ فطرۃ ہی خدا تعالیٰ نے آتش کش بنائی ہوتی ہے۔ جب تک یہہ پانی اس آگ پر نہ پڑے وہ اختلاف اور شقاق دور نہیں ہو سکتا۔ . . . اسکے بعد یہ صدا گنبد عالم میں گونجتی ہے

کنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا اور **فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔**

پس اگر آج بھی وہی زہر اور مواد ردیہ قوم کے وجود میں سرایت کر گئے ہیں۔ جنہوں نے آج سے تیرہ صدیاں پیشتر اپنا ظہور کیا تھا اور یہہ سچ ہے کہ وہی مواد اور فساد پھیلا ہوا ہے تو یہ بالکل یقینی امر ہے کہ اس کی اصلاح کے لئے بھی پھر اسی وجود کے بروز اور ظہور کی ضرورت ہے۔ جو اس وقت اصلاح قوم کے لئے آیا تھا۔ اور میں یہ بشارت دیتا ہوں کہ وہ وجود مفترض الطاعۃ آگیا ہے

جسکی دیکھنے کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جسکے سننے کے کان ہوں سنے

اور وہ وحدت پھیلانے پر مامور ہو چکا ہے اسے اللہ تعالے کی طرف سے یہ وحی ہو چکی ہے کہ

روئے زمین کے مسلمانوں کو جمع کرو علے دین واحد۔ اور پھر یہ بھی اسی مرتبہ وحی ہو چکی ہے

یاتون من کل فج عمیق

ان وحیوں پر یک یکجائی نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے نے ارادہ فرمایا ہے کہ پھر مسلمانوں میں وحدت پیدا ہو اور وہ وحدت اسی امام کے ذریعہ سے ہوگی۔ پس جب تک مسلمان اس امر کو شناخت نہیں کرینگے ناممکن ہے کہ انہیں اتحاد اور اتفاق پیدا ہو۔ اسلئے ایسی انجمن بجائے اسکے کہ وہ مسلمانوں کے لئے کوئی مفید امر پیدا کر سکیں ضرر کا باعث ہونگی۔ چنانچہ تجربہ موجود ہے جن انجمنوں نے اس قسم کے مقاصد کو لیکر ظہور پکڑا بتاؤ انکا انجام کیا ہوا۔ یہہ مضمون سرسری نظر سے چھوڑ دینے کا نہیں ہے بلکہ اسپر ضرورت ہے کافی بحث اور پورے غور کی وحدت کی روح جس طریق سے کسی قوم میں پیدا ہو سکتی ہے اس کی وہی راہ ہے جسکا اسوہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہم پاتے ہیں اسے چھوڑکر کوئی اور راہ اختیار کرنا خسران مبین ہے۔

تشحیذ الاذہان

اس رسالہ کے اجراء سے پہلے میں نے ایک مختصر نوٹ کے ذریعہ ناظرین الحکم کو باخبر کیا تھا اب تک تین رسالے شائع ہو چکے ہیں اور میں اس قابل ہوں کہ اسپر اپنی رائے کا اظہار کر سکوں۔ یہ رسالہ ہماری جماعت کے نوجوانوں کے جوش ہمت اور استقلال کا نتیجہ ہے اور خوش قسمتی سے اس کا ایڈیٹر وہ **نوجوان** ہے جو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صاحبزادہ ہے جس قابلیت اور محنت سے اسکو مرتب کیا جاتا ہے وہ قابل قدر امر ہے لیکن سہ ماہی دور رسالہ کا اجراء کی اشاعت کا جوش رکھنے والی قوم کے خاص توجہ طلب ہے۔ رسالہ مذکور کی نوجوان اور جوان ہمت مدیروں نے اسکے ماہوار کرنیکا عزم کر لیا ہے اور جنوری ۱۹۰۷ء سے انشاء اللہ وہ ماہوار ہو جاویگا انکی ہمت بڑھانا اور اس کار خیر میں مدد دینا قوم کا فرض ہے۔ یہہ مت سمجھو کہ مختلف رسایل یا اخبارات سے قوم پر بوجھ پڑتا ہے میں کہتا ہوں جسقدر رسایل اور اخبارات نکلینگے اسی قدر قوم کی طاقت بڑھیگی

بابو سالگرام صاحب کی کھلی چٹھی کا جواب

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اعلان ضروری

اے اسلامی اخبارات کے ایڈیٹر و مضمون نگار صاحبان! آپ نوٹ کر لیجیے کہ میں ایک کندۂ ناتراش۔ جاہل مطلق خبطی۔ دیوانہ ہوں۔ اور مجھے خلل دماغ بھی ہو گیا ہے پس آپ صاحبان کو قسم ہے کہ میرے بارہ میں ایسے کلمات نہ لکھا کریں جن سے میرے آریہ دوست صاحبان کا دل ناراض ہو جیسے وہ جو کہ سخت سخت الفاظ سے مخاطب کیا کرتے ہیں (دیکھو ریویو از جانب نئے برہم چاری جی مہاراج) اسکا ترکی بہ ترکی جواب میں خود اپنی جانب سے تو دیا ہی نہیں کرتا۔ لیکن آپ صاحبان سے بھی درخواست ہے کہ آپ بھی ایسا ہی خیال رکھا کریں۔

"بابو سالگرام جی! آپنے رسالہ ترک ویدزم کے نام پر فضول اعتراض کیا ہے۔ ترک اسلام میں چاہی جو ہو مجھے اس سے کیا بحث۔ میں نے کوئی نقل تھوڑے ہی کیا ہے۔ یہ اعتراض ہی ایسا نہیں ہے کہ اسکی تردید کیجائے۔ میں نے جو نام ٹھیک سمجھا وہ رکھ دیا۔ اور جس بات پر آپ نے لکھا ہے کہ کاہے کو نومسلم ہوگا۔ کاہے کو راد ہا نلچے گی۔ پس یہ ایسی بات نہیں ہے۔ آپ نوٹ کر لیویں۔ کہ آج سے دو سال بعد آپکے جملہ اسلامی اعتراضات کا جواب یقیناً دیا جاویگا بشرط زندگی

آپ فرماتے ہیں "....... تو اس نام اس کے شائع کرنیکی ایسی جلدی کیا تھی" اس کا جواب یہ ہے۔ کہ وہ رسالہ میرے اسلام میں داخل ہونے کی ایک رپورٹ ہے۔ اور کتاب آریہ سماج کی پول تو ہر حالت میں شائع ہوتی۔ خواہ میں اسلام میں داخل ہوتا یا نہ ہوتا۔

آگے آپ فرماتے ہیں کہ "...... جیسے لوگ سمجھیں کہ انکا وہ ایک عربی داں گرچہ اُنٹ تارک اسلام موجود ہے تو ادھر بھی بالمقابل اس کے ایک سنسکرت میں ہر بار تھنا پڑھنے والا بھی خم ٹھوکے کھڑا ہے۔

اس کا جواب آپ مجھ سے کیا مانگتے ہیں مجھے ایسی باتوں کے جواب دینے کی نہ تو ضرورت ہی اور نہ لازم ہے۔ میں آریہ سماج کے نئے برہم چاری مہاراج کے بارہ میں خود کچھ نہیں کہنا چاہتا (برہم چری کی حقیقت دیکھنا ہو تو۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی کتاب تغلیب الاسلام حصہ سوم دیکھو) اگرچہ وہ مجھے بے طرح سنا رہے ہیں لیکن آپ کو مسلمان علماء بتلائیں گے۔ کہ وہ عربی دان گریجوایٹ صاحب کس قدر عربی جانتے ہیں۔ باقی رہا میری سنسکرت دانی کے بارہ میں پس میں نے حقیقت سے بڑھ کر اپنے تئیں کبھی ظاہر نہیں کیا۔ آپ بھی سن لیویں کہ میں نے اینٹرنس تک دوسری زبان سنسکرت رکھی ہے۔ اور سوامی جی مہاراج کی سنسکرت عبارت کو خوب سمجھ لیتا ہوں۔ باقی آپکا تعصبانہ بکواس ہے۔

اور پھر آپ کو کس نے کہدیا۔ کہ آپ اسی قسم کا مقابلہ کرنے لگیں ایک برہم چاری کا مجھ پاپی کے سامنے کیا مقابلہ۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

(نوٹ۔ مسلمانوں کو معلوم ہو کہ برہم چاری علاوہ اور باتوں کے اس پاک زندگی والے کو کہا جا سکتا ہے جس کے جسم سے کسی حالت میں حتی کہ خواب میں بھی منی خارج نہ ہوئی ہو پس جو ایسے پاک بزرگ ہوں ان کے پاؤں کی خاک کے برابر بھی خاکسار اپنے تئیں نہیں سمجھتا)

آگے آپ نے لکھا ہے کہ رسالہ میں شدہی کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ لیکن اسکی وجہ یہ ہے کہ رسالہ شدھی سے قبل لکھا گیا تھا اور شدھی کے متعلق اعتراض کا جواب ترک ویدیم حصہ دوم میں دیا گیا ہے وہ کافی ہے۔ آگے آپ نے لکھا ہے کہ آپ کے اس تذبذب سے تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ پرچارک میں جو آپ کی شدھی کے مفصل حالات شائع ہوئے ہیں وہ تمام و کمال صحیح ہیں" اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اٹھنی روپیہ کا جعلی رقعہ بنانا وغیرہ ایسے شر انگیز واقعات ہیں۔ کہ انکی سزا عدالت سے دلائی جانی چاہیے تھی۔ مگر تاہم میں نے پروا نہ کی لیکن اب مرض بڑھتا جاتا ہے بجائے اس کے کہ آریہ مہاشے متانت ہو جائیں۔ اور دن بدن ناحق کی چھیڑ چھاڑ کرتے ہی رہتے ہیں۔ اسلیے جب کچھ گل کھلیگا۔ تو تب آپ بھی سن لیجیگا۔ گھبرائیے مت اب پیالہ لبریز ہو رہا ہے۔

اور آرین کمپنی لاہور کے بارہ میں جو لکھا ہے پس واضح ہو کہ آریوں نے اسمیں صرف تجارتی اصول کو مد نظر رکھکر حصہ نہیں لیا بلکہ ویدک دھرمی کتب کی اشاعت کا خاص خیال رکھا ہے (دیکھو اس کمپنی کے متعلقہ ابتدائی اپیل از جانب مسٹر روشن لال صاحب بیرسٹر لاہور اخبار سیتہ دھرم پرچارک میں جسمیں سے افریقہ میں پڑھا تھا) آرین لیڈروں کی یہ بے ایمانی دغابازی اور دلیرانہ ڈکیتی کی مثال ہے۔ کہ مہاتما منشی رام جی مہاراج کا قرض ادا کرنے کی غرض سے ہزار ہا غریب آریہ سماجیوں کا گلا کاٹا گیا (دیکھو مفصل اخبار ہتکاری امرتسر کے فائل سال گذشتہ)

بابو سالگرام جی! آرین کمپنی کا نام لیتے ہوئے آپ کو اور دیگر دیانندیوں کو شرم آنی چاہیے تعجب ہے کہ اس کمپنی کے ایسے راز افشاں ہونے پر بھی آریہ صاحبان پبلک میں سرخرو رہنا چاہتے ہیں اسے بے ایمانی تیرا ستیاناش ہو۔

ہاں موجودہ آریہ لیڈران کی جانب سے مجھے بیشک نفرت اور سخت نفرت ہو جانے کے وجوہات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ لیکن مذہب تبدیل کرنیکی وجوہات آپ اصولی بحث میں پائیں گے۔

بابو سالگرام جی! میں نے سوامی دیانند سرستی مہاراج کو دغاباز نہیں لکھا ہے اور اگر ایسا ہو تو صفحہ سطر بتلائیے۔ باقی الفاظ کے لفظی معنے میں نے گھٹا کر لکھے ہیں۔

آپ نے جو یہ لکھا ہے۔ کہ "جہاں تک مجھے علم ہے۔ میں جنے آپ کے چال چلن کی بابت عمدہ شہادت دینے کو تیار ہوں" اس کے لئے میں آنجناب کا نہایت مشکور ہوں۔ غنیمت ہے کہ آرین دائرہ میں ایک آپ جیسے میرے دوست ابھی موجود ہیں۔

آگے آپ لکھتے ہیں "...... محض آریہ سماج کے دل دکھانے اور اسکی توہین کرنے اور مدت کے بغض و عناد نکالنے کے لئے اسلام قبول کیا ہے۔ اس کا جواب صرف یہ ہے۔ کہ جنہوں نے کتاب تحفہ آریہ سماج دیکھی ہے وہ کہہ سکتے ہیں کہ آیا اصولوں کی چھان بین مد نظر رکھی گئی ہے یا کچھ اور۔ اور اہل اسلام کی خاطر داری وغیرہ کے بارہ میں جو آپ نے لکھا ہے۔ پس آپ کو معلوم ہو کہ درحقیقت یہ بات نہیں ہے حاجی محمد صدیق صاحب سوداگر یا دیگر اصحاب میرے ساتھ ویسا برتاؤ نہیں کرتے۔ جیسا کہ آپ خیال کرتے ہیں (اسکی آپ خوب تحقیقات کر لیویں) بلکہ میں نے اب دہلی کا قیام بھی چھوڑ دیا ہے۔ حاجی صاحب موصوف کا میں اس لئے البتہ مشکور رہوں کہ وہ انعامات کی ذمہ دار بن گئے ہیں۔ اور انہوں نے خاکسار و چند دیگر اصحاب نے کتاب چھپوانے کے لئے کچھ روپیہ قرضی دیدیا ہے۔

بابو سالگرام جی! آپ کی چٹھی ۲۸ صفحوں کی اسقدر طول ہے کہ کہاں تک جواب دیا جائے۔ تاہم جو بہت ضروری امور تھے ان کا جواب دیدیا گیا۔ اور آخر میں آپ سے خاص کر دیگر آریوں سے بھی یہ عرض ہے۔ کہ اگر مجھے مخاطب کر کے کوئی مضمون کسی اخبار میں شائع کریں یا میرے متعلق کوئی بات لکھیں جسکا جواب وہ چاہتے ہوں تو وہ اخبار جسمیں ایسے مضامین شائع ہوں میرے نام پر معرفت مطبع قاسمی شہر لودھیانہ پنجاب وی پی کرا کر روانہ کرا دیا کریں۔ کیسے افسوس (اور آریوں کے لئے شرم) کی بات ہے کہ آپ کا خط میرے نام اخبار آریہ مسافر میں جولائی میں شائع ہوا اور ۱۵ اگست سے قبل وہ دیکھنے کو بھی نہ ملے۔ (واہ ساری دنیا پڑھ لیوے۔ مگر جس کے نام کا خط ہو اسے دکھلایا ہی نہ جائے۔ یہ نہ معلوم کس آرین شاستر کا اصول ہے)

آخر میں آپ سے ایک بات دریافت کرنی رہ گئی اور وہ یہ ہے کہ کیا آپ نے میری کتاب میں پیش کردہ کسی اصولی بحث پر بھی کچھ دماغ خرچ کیا ہے۔ کیا کسی سنسکرت دان پنڈت سے مل کر یہ دریافت کیا کہ میں نے جن منتروں کے جو لفظی معنے درج کئے ہیں وہ صحیح ہیں یا غلط۔ مجھے واقعی آپ جیسے آریہ سماجیوں پر بڑا افسوس آتا ہے جو نہ تو سوامی جی مہاراج کے اسقدر زور دینے پر سنسکرت پڑھتے ہیں اور نہ مجھ جیسے معترضوں کے کھٹکھٹانے پر سنتے ہیں۔ ابھی حضرت! آپ ۲۸ نہیں بلکہ ۵۶ صفحوں میں بھی ذاتی حملے کرتے رہیں۔ تو یہاں بال بھی بیکا نہیں ہو سکتا۔ ہاں البتہ پیش کردہ اعتراضات کو اگر رد کر دیا جائے۔ اور انعامات (میں سے سب نہیں تو تھوڑے ہی) حاصل کیے جاویں تو البتہ خاکسار پھر بھی آریہ سماج میں واپس جانیکو تیار ہے۔ اسلامی اصولوں پر کسی قسم کی کوئی بات مجھے سنانا بالکل فضول ہے۔ جیسا کہ میں اعلان کر چکا ہوں آریوں کو صرف پیش کردہ اعتراضات کی تردید کرنی چاہیے۔

اور پرکاش والے مضمون نگار صاحب (ایک واقف حال) سے صرف اسقدر عرض ہے کہ آپنے لال بجھکڑی تو بہت کی ہے۔ مگر ہنوز دہلی دور است۔ ہاں گوروکل سکندرآباد کے ادہشٹہاتا (مہتمم) صاحب کی شائستگی اور خوش اخلاقی کا حال آپ نے صحیح درج اخبار کیا ہے۔ لیکن اسکا نتیجہ یہ نکالنا کہ اسی وجہ سے میں اسلام میں داخل ہوا۔ ایک لال بجھکڑی سے زیادہ نہیں۔ البتہ اس واقعہ نے آریہ لیڈران

کیطرف سے مجھے نہایت درجہ نفرت ضرور پیدا کرادی
ہے۔ اور جو آپ نے یہ لکھا ہے کہ "...... مجھکو افسوس
کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ جگدمبا پرشاد جیسا سیدھا
آدمی آریہ سماج میں نہیں رہا" پس اگرچہ میں آپکے
اس آزادانہ خیال کے لئے مشکور ہوں۔ لیکن درحقیقت
یہ سچ ہے کہ ایسے سیدھے لوگ فی زمانہ اول درجے
بیوقوف سمجھے جایا کرتے ہیں (درحقیقت وہ بیوقوف
ہیں کیونکہ وہ زمانہ سازی نہیں جانتے) اور آریہ
سماج بیوقوفوں کی سماج نہیں ہے۔ بلکہ وہ جیسے
لوگوں کا ثابت ہونا چاہتا ہے۔ ویسے لوگ تمام دنیا کی
مذاہب میں سے نکلکر اسمیں داخل ہوتے چلے جاتے ہیں
(خاصکر جنہیں دوسروں کو گالیاں دینا خوب آتا ہو
اور جو اپنی عزت بڑھانے کی ہتھکنڈے خوب واقف ہوں
انکی ہی سماج میں چاندی ہے) پس ایسی کامیابی آریہ سماج
کو مبارک رہے اور خدا مجھ جیسے بیوقوفوں کو آریہ سماج کی دائرہ سے
باہر رکھے۔ اور آریہ گزٹ نے جو لکھا ہے کہ بیٹے انکی خدمتمیں لکھا تھا
کہ چند شرائط پر میں آریہ سماج میں داخل ہونے کیلئے تیار ہوں
پس ناظرین اس سے درخواست کریں کہ وہ ان شرائط کو
ابھی کیوں نہیں شائع کر دیتا۔ دراصل آریہ سماج کی ممبران
کو اب سوائے شرارت کے اور کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ عوام کو
عموماً اور آریوں کو خصوصاً نوٹ کر لینا چاہیے کہ میں اب بھی
اور آیندہ بھی چند شرائط پر آریہ سماج میں داخل ہونیکو
تیار ہوں۔ اور وہ شرائط میری کتاب تحفہ آریہ سماج میں
بیسیوں جگہ دوہرائے گئے ہیں۔ اتی اوم شانتہ۔

خاکسار جگدمبا پرشاد ورما۔

عذرِ گناہ بدتر از گناہ

اکنوں ہزار عذر بیاری گناہ را
مرشوئے کردہ را نبود زیب دختری

۱۷ ستمبر ۱۹۰۶ء کے الحکم میں ایڈیٹر اخبار وطن کے
نام ایک کھلی چٹھی شائع کی تھی جسمیں ایڈیٹر وطن
کی اس تجارت کا راز افشا کیا گیا تھا جو اسلام
اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ میں نے
ظاہر کیا تھا کہ مولوی انشاء اللہ خاں عیسائی مذہب
کی تائید اور اسلام کی تردید کی کتابیں ہی نہیں
بیچتے بلکہ وہ گراں قیمت پر بیچکر غریب مسلمانوں پر
اپنا احسان بھی جتاتے ہیں۔ اس چٹھی کو پڑھکر
ایڈیٹر صاحب وطن بہت تلملائے ہیں اور انہوں
نے اپنے اس فعل کو جائز قرار دینے کے لئے
ایک حیلہ تراشنے کی کوشش بیسود کی ہے
اور بجائے اس کے کہ اس کا جواب کھلے الفاظ
میں شائع کرتے ایک کارڈ کے ذریعہ یہ جواب
میرے پاس بھیجا ہے۔ میں اس خط کو بجنسہٖ اپنے
ریمارکس کے ساتھ ذیل میں چھاپ دیتا ہوں
لیکن اگر ایڈیٹر وطن کا دل کمزور اور بودا نہیں اور
وہ اپنے اس فعل کو سراسر نیک نیتی پر محمول کرتا ہے
تو اسے چاہئے میری کھلی چٹھی۔ اپنے کارڈ اور
میرے اس جواب کو وطن میں چھاپ دے۔
اور اپنے ناظرین کو اسپر رائے زنی کا موقع دے
مگر مجھے امید نہیں کہ وہ ایسا کرے کیونکہ اس سے
پیشتر بعض اخبار نویسوں کو تجربہ ہوا ہے روزگار
کے مضامین کا جواب دیا گیا اور وکیل کے ایک غیر
معقول اعتراض پر لکھا گیا اور ان سے چاہا گیا
کہ وہ اسے چھاپیں مگر انہیں حوصلہ نہیں ہوا۔ یہ
کہدینا شاید ان لوگوں کے نزدیک سہل ہو گا کہ
ہم ایسے مضامین کو اس قابل نہیں سمجھتے مگر انکے
جواب کے لئے دوسری راہیں اختیار کرنا صاف
بتاتا ہے کہ وہ اس قابل ہی نہیں کہ ان کا جواب
ہو سکے۔ وطن پر جو اعتراض کیا گیا ہے وطن اسکا
جواب نہیں دے سکتا اور نہیں دے سکیگا۔

بہرحال میں اس کا خط درج کرتا ہوں اور اسپر
اپنی رائے کا اظہار۔ مجھے امید ہے کہ ناظرین
الحکم اسے دلچسپی سے پڑھیں گے اور وطن کو اپنی
پوزیشن صاف کرنے پر مجبور کریں گے۔

ایڈیٹر وطن کا خط ایڈیٹر الحکم کے نام

الحکم مورخہ ۱۷ ستمبر میں کھلی چٹھی پڑھی۔
خوب ہنسا اور قوم کی حالت پر رویا بھی۔ کہ خدا
معلوم یہ طفلانہ سفاہتیں اور عناد ابھی اور
کسقدر نقصان ملت کو پہونچاکر ختم ہوں گے۔ میاں
یعقوب علی صاحب۔ آپکی یہ تحریر ضرور بڑے
بڑے مشوروں اور مباحثات کے بعد آپکی جماعت
ہیڈ آفس کے سرگروہ اعیان کی منظوری و معائنہ
کے بعد شائع ہوئی ہوگی۔ لیکن اگر اس کے پاس کرنے
والوں میں سے کسی ایک کا بھی دماغ جوش
معاندت سے خالی ہوتا۔ تو وہ یقیناً اپنی جماعت
کے ایک حصہ کی بیہودہ کینہ توزی اور مضحکہ خیز منطق
کے ایک اور ثبوت کو ایسے کھلے پیرایہ میں
دنیا پر ظاہر نہ ہونے دیتا۔ اور دوسروں کو بھی
اس سے باز رہنے کا مشورہ دیتا۔ مرزا صاحب
عیسائیوں اور آریوں کی کئی تالیفات کا جواب
میں رد لکھ چکے ہیں۔ کیا وہ ان کتابوں کو بلا دیکھے
لکھا گیا تھا۔ اگر نہیں تو آپ کی اصول کے مطابق
کفار اور مخالفین اسلام کی تالیفات خریدنے سے
وہ پہلے مجرم اشاعت کفر کے بنتے ہیں۔ بندہ خدا۔
ہم مخالفوں کی تحریروں کو جب تک پڑھیں گے نہیں انکو
خیالات سے کیسے آگاہ اور ان کے تدارک ورد کے
لئے کیسے تیار ہو سکتے ہیں۔ اسی غرض سے ہم نے
عمداً میور کی کتابیں منگوائیں اور چاہتا ہوں کہ
روشن خیال مسلمان انکو پڑھیں۔ اگر ایسی کتابوں کا
پڑھنا بھی کفر ہے تو اپنے ایڈیٹر ریویو سے پوچھئے
کہ وہ کیوں اس کے اقدام کے مرتکب ہوئے کیونکہ
سب سے اول ان کتب کے متعلق انہیں کیطرف سے
خواہش خریداری موصول ہوئی۔ گو یہ راز اب کھلا ہے
کہ جو خط وکتابت ہوئی تھی۔ وہ بھی ایک اعتراض
گھڑنیکا مصالح حاصل کرنے کی غرض سے۔
لیکن افسوس آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ انگریزی
کتب کا ایک ہی اڈیشن عموماً مختلف حیثیتوں کا ہوتا ہے
مثلاً لارڈ ولار ریٹس کی کتاب ہند حالانکہ مضمون
یکساں ہے ۱۲ سے لیکر [illegible] تک قیمت گھٹتی
ہے۔ اگر آپ کو وطن کی مشتہرہ کتب کی اصلی قیمت کے
متعلق کچھ شبہ ہو تو جب کبھی لاہور آئیں ولایتی کارخانہ
کی پرائس لسٹ دیکھ لیجئے گا

افسوس کہ احمدی رسالہ کی اشاعت میں مدد کرنیکے
عزم کا خمیازہ مجھے بری طرح بھگتنا پڑا۔ نامعلوم
اگر میں آپکی استدعا کو منظور کر کے آپ کو سفر مصر کے
کے لیے چندہ کرا دیتا تو مرزائی معاصرین سے کیا
صلہ ملتا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس خط کو
آیندہ پرچہ میں چھاپ دیں گے مگر ٹریکٹ وغیرہ کے
متعلق میں صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ المرء
یقیس علی نفسہ۔ زمانہ بہترین جج
ہے۔ اور خدا کی آنکھ سب پر ہے۔ میں خوش ہونگا
اگر اور اخبار بھی آپکی چٹھی کو چھاپ دیں تا کہ
پبلک کو آپکی جماعت کے چیدہ افراد اور اخبارات
کی شائستگی۔ حمیت اور معقولیت کا ایک اور
نشان ملجائے۔ محمد انشاء اللہ

یہ ہے جواب میری کھلی چٹھی کا جو ایڈیٹر صاحب
وطن نے بڑے غور اور فکر اور شاید بڑے بڑے مشوروں
اور کمیٹیوں کے بعد دیا ہو۔ اس جواب کا جو اسلوب
اور طرز ہے اس پر ناظرین ہی کی توجہ کیلئے نہیں
چھوڑتا بلکہ میں اسپر بھی معزز اخبار نویسوں کو ان کے
فرض کا واسطہ دیکر متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ
دیکھیں کہ یہ ٹون کس قسم کی ہے؟ کیا وہ مولوی
انشاء اللہ خاں جو اخبار وطن کے ذریعہ اپنے
آپ کو پبلک کے سامنے پیش کرتا ہے اس کا طرز
بیان اس قسم کا ہی ہونا چاہیے؟ مسلمانوں کی حالت
پر نوحہ کرنیوالا اور بلاوجہ ہنسنے والے مولوی محمد انشاء اللہ
خانصاحب کی قلبی حالت غیظ و غضب کے مارے اسقدر
بدل گئی ہے کہ وہ اپنے خط کو سلام مسنون کیساتھ بھی
شروع نہیں کر سکتا۔ اور اسطرح بجز مبارک سنت
ہی نہیں چھوڑتا بلکہ مسلمانوں کی جس اخلاقی حالت پر
نوحہ خوانی کا اظہار کرتا ہے خود اس اختلاف کو
پیدا کرتا ہے۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میری اس کھلی چٹھی میں ہنسی
کی کیا بات تھی؟ اور یونہی اگر بلاوجہ ہنسی مولوی صاحب کو
آئی تو میں افسوس کرتا ہوں۔ انہوں نے ایک لغو
فعل کا ارتکاب کیوں کیا؟ انہیں تو چاہئے تھا کہ وہ
اس ارشاد عالی کو مدنظر رکھتے

کہ بہت رؤو اور تھوڑا ہنسو

مگر مولویصاحب برخلاف اس کے خوب ہنسے
اور روئے بھی۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ یہ
صرف لفظ ہی لفظ ہیں نہ وہ ہنسے اور نہ روئے
بلکہ مضمون پڑھتے ہی انہیں یہ فکر دامنگیر ہوئی
کہ اس کا جواب تراشا جاوے۔

ہاں اسمیں کلام نہیں کہ رونے کا مقام ضرور تھا
کہ ایک شخص مسلمان کہلاکر مسلمانوں اور اسلام
کی حمایت کا مدعی ہو کر (گو اس نے کام نہ کیا ہو) ایسا
قسم کی تجارت کرے جو مسلمانوں کے مال اور
ان کے ایمان پر زہریلا اثر پیدا کرنیوالی ہو۔ اس سے
بڑھکر اور رونیکا مقام کیا ہو گا۔ مجھے اس امر پر بھی
حیرت اور تعجب ہے کہ مولوی انشاء اللہ خاں صاحب
جیسے ایڈیٹر اور وقائع نگار نے یہ کیونکر لکھدیا کہ

"آپکی یہ تحریر ضرور بڑے بڑے مشوروں اور
مباحثات کے بعد آپکی جماعت کے ہیڈ آفس
کے سرگروہ اعیان کی منظوری و معائنہ کے
بعد شائع ہوئی ہوگی"

کیا آپ وطن میں جو مضامین شائع کیا کرتے
ہیں ان کے متعلق پہلے وطن کے کسی ہوس آف کامنز
اور ہوس آف لارڈز میں منظوری لیا کرتے ہیں؟ اور
اسپر بحث مباحثے ہوا کرتے ہیں؟ اور تمام اخبار نویس
جو رائیں ظاہر کرتے ہیں ان کے نیچے ان کے
ایڈیٹوریل روم کے ساتھ کوئی ہیڈ آفس اور انکا مشورہ
بھی ہوا کرتا ہے۔ اگر نہیں تو میں نہیں سمجھتا اس
فقرہ کے لکھنے کی جرأت آپ کو کیونکر ہوئی معلوم
ہوتا ہے کہ کھلی چٹھی پڑھکر آپ کے ہوش قائم نہیں رہے
اور جو جی میں آیا لکھدیا قطع نظر اس کے کہ وہ معقول
ہے یا غیر معقول۔ مولوی انشاء اللہ خانصاحب!
یہ تو سوال ایسا نہ تھا کہ میں اسپر اعیان سلسلہ سے
مشورہ کرتا اور رائے لیتا۔ آپ نے تو ایسے ایسے
نازک مسائل قوم میں پیش کئے ہیں جنپر پبلک میں آنے سے
پیشتر بڑے مباحثے اور غور کی حاجت تھی مگر آپ نے
بلا سمجھے سوچے ان کو پیش کیا اور نہ صرف پیش بلکہ ان پر
عمل بھی کرنیکو آمادہ ہو گئے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ آپ کو اسلام کے ساتھ اور مسلمانوں کے
ساتھ کوئی خاص عداوت ہے۔ ایمان سے کہو اور
اپنے ناظرین سے پوچھکر بتاؤ۔ ہاں اس کمیٹی سے
مشورہ کر کے بتاؤ کہ جس کے فیصلہ کے بعد آپ
آرٹیکل شائع کرتے ہوں گے کہ یہ مسئلہ جو آپ نے

ایجاد کیا، ور ایک بدعت کی بنیاد رکھی کہ قربانی کی بجائے قربانی کا روپیہ حجاز ریلوے میں دیا جاوے اور قربانی نہ کیجاوے یہ آپ نے کس سے مشورہ کر کے لکھا تھا کیا علماء نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ قربانی نہ کرو۔ اور وہ روپیہ حجاز ریلوے میں دو۔

کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ آپکا اسپر عملدرآمد نہیں؟ انکار کرو پھر میں آپکی چھپی ہوئی تحریریں دکھاؤنگا، اور اس ساتھ ہی علماء اسلام کا فتویٰ بھی آپ کو پوچھ دونگا آپنے تو مشورہ نہیں کیا ہوگا مگر مجھے اب علماء سے استصواب کرنا پڑا۔

یہ دوسرا ثبوت ہے کہ آپ مسلمانوں کی عملی حالت کو کہانتک کمزور کرنا چاہتے ہیں آپ کو شرم نہیں آتی کہ ایسی بدعتیں آپ پھیلاتے ہیں اور جو شخص اسکا راز کھولتا ہے، اور آپ کی ان حرکات سے مسلمانوں کو متنبہ کرنا چاہتا ہے اس کے اس فعل کو آپ طفلانہ سفاہت قرار دیتے ہیں۔ یہ مقام تو آپکے لئے ڈوب مرنیکا تھا کہ فاش ضلالت پھیلانا چاہتے ہو کیا یہ اسلئے طفلانہ سفاہت ہے کہ آپ کو توقع نہیں دیا جاتا کہ آپ کھلے دل سے مسلمانوں کے ایمان اور مال چھینیں۔ آپ کا جو جی چاہے اور جو گالیاں آپ چاہیں مجھے دیں، اور میری مخالفت کے لئے جس راہ سے آپ چاہیں اٹھیں مگر میرے قلم کو آپ روک نہیں سکتے جب تک آپ توبہ نہ کریں۔

میں نے آپ کو وہ مضامین پڑھے ہوئے ہیں جو پیسہ اخبار اور کرزن گزٹ کی مخالفت میں آپ کی قلم سے وکیل اور وطن کے کالموں میں نکلے مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ گالیاں میرے حوصلہ اور ہمت کو پست نہ کرینگی۔ اسلام کی خدمت کیلئے، اور مسلمانوں کی دینی ضرورت آگاہ کرنے کیلئے اگر ایسا سلسلہ پڑے تو اسکی پرواہیں نہیں کرونگا۔ ہاں پھر آپ بتائیں کہ آپ جو سود خوری کی ترغیب مسلمانوں کو آپ دیتے ہیں اس کے لئے بھی مشورہ کر لیا گیا ہے۔ اگر کر لیا گیا ہے تو انجمن حمایت اسلام کو بھی ساتھ ملا لو۔ اسکے بنک کھلواؤ۔ پتہ لگ جائیگا۔ اس کے علاوہ میں سلسلہ وار ان امور کو بیان کرونگا جو آپ کی ذات والاصفات کے متعلق ہیں۔ اور اب انشاء اللہ مشورہ کر کے لکھونگا اور مشورہ بھی آپ کے احباب علماء اسلام سے کرینگے۔

فانتظر وا انی معکم من المنتظرین۔

ان مخرب اسلام کتابوں کی فروخت اور تجارت کا جو عذر آپ نے تراشا ہے اگر وہ مضحکہ خیز منطق نہیں تو پھر میں نہیں سمجھتا کہ اور کونسی ہوگی۔

اس عذر کا معقول ہونا آپ کبھی ثابت نہیں کر سکتے خواہ اس کے لئے اپنے معاونین کو بھی ساتھ ملا لو اگر آپ ان کتابوں کو محض اس لئے بیچتے ہیں کہ روشن خیال مسلمان پڑھکر جواب لکھیں۔ تو آپ کا فرض ہوگا کہ یہ ثابت کریں کہ اشتہار دیتے وقت اس امر کی بھی تصریح آپ نے کر دی تھی اور یہ لکھا تھا کہ یہ کتابیں اسلام کے خلاف ہیں اور اس غرض سے بیچی جاتی ہیں کہ روشن خیال مسلمان پڑھکر جواب دیں۔ اور وہی لوگ خریدیں جو جواب دینا چاہیں۔

میں اپنے اعتراض کو واپس لے لونگا اگر آپ اپنے اشتہار میں اس مضمون کی صراحت پیش کریں۔ اور اگر اشتہار میں بجائے اس کے یہ لکھا ہو کہ بہت سی نادر و مفید انگریزی کتب کم قیمت کی مہر تو پھر میں نہیں سمجھتا آپ اس کا کیا جواب دیں گے ہاں شاید اس کا یہ مفہوم ہو کہ آپ کے لئے تو بہر حال مفید ہیں یعنے اچھے پیسے ملجاتے ہیں۔ شرم! ہاں اگر آپ ان کتابوں کے خریدار سے مسمریزم کے رضاب کی طرح کوئی قسم لے لیتے ہیں تو مجھے اسکا علم نہیں تعجب ہے کہ مسمریزم کی بیہودہ کتابیں بیچنے کے لئے تو آپ رازداری، اور کتاب کسی کو نہ دکھانے کا حلف لیں مگر اسلام، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطرناک دشمن تالیفات کے بیچنے پر آپ اتنی بھی صراحت نہ کریں کہ یہ کتابیں اسلام کے خلاف ہیں۔ اس سے آپ کے غرض اور مقصد کا پتہ صاف طور پر ملجاتا ہے۔ وہ حلف جو مسمریزم کی کتاب کیلئے آپ لیتے ہیں اس سے بھی غرض وہی تو کمانا ہے نہ کوئی اور یہاں اگر آپ یہ ظاہر کرتے کہ یہ کتابیں اس قسم کی ہیں تو انکو کوئی خریدتا ہی نہ اس لئے مجبوراً آپ کو مفید اور نادر کہنا پڑا۔

مولویصاحب! اس برص کے داغ کو آپ کہاں تک چھپالیں گے آپ کے لئے یہی بہتر ہے کہ آپ ان کتابوں کی فروخت سے توبہ کریں اور انہیں اپنے سٹاک سے نکالدیں۔ ورنہ میں آپ کو یاد دلا دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ بڑا غیور ہے اسلام کی ذلت وہ گوارا نہیں کرتا۔ بلکہ اسلام کی ذلت چاہنے والے خود ذلیل ہو جاتے ہیں۔ اس نامناسب ضد سے آپ باز آئیں مسلمانوں پر یہ راز کھلکر آپ کو شرمندہ کرائیگا۔

آپ میری تحریر کو مضحکہ خیز منطق کہتے ہیں مگر آپ خود غور نہیں کرتے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ حضرت اقدس علیہ السلام کا یہ فعل کہ انہوں نے مخالفین مذاہب کی کتب کو پڑھا اور جواب دیا آپکے اس فعل کے مطابق کیونکر ہو سکتا ہے انہوں نے پڑھا اور جواب دیا آپ نے ان کتابوں کو بیچا اور گراں قیمت پر بیچا۔ اب خود ہی بتائیے کہ دونوں میں سے بدترین اور قابل نفرین فعل کونسا ہے؟ حضرت اقدس نے میور کے اعتراضات کا جواب دیا آپ نے ان اعتراضات کی اشاعت کی حضرت نے ینابیع الاسلام کا رد لکھا اور کتبہ جمعہ اس کا مصنف تقسیم کیا۔ آپنے اس کتاب کو اس طبقہ میں گراں قیمت پر بیچا جو مذہب اور اس کے اصولوں سے ناواقف اور زمانہ کی زہریلی ہوا سے متاثر ہے۔ خدا کے لئے ذرا انصاف کر کے بتاؤ کہ مضحکہ خیز آپکی منطق ہے یا میری میں نے اس نیت سے کفار کی کتابوں کو پڑھنا یا خریدنا نہ کفر قرار دیا نہ دیتا ہوں ہاں جو شخص کفار کی کتابوں کو مسلمانوں کے ہاتھ گراں قیمت پر بیچتا ہے اس کے متعلق علماء جو فیصلہ دیں گے وہ عنقریب آپ کو معلوم ہو جائیگا۔

محترم ایڈیٹر ریویو کا ذکر آپنے فضول کیا آپکو اس بلند ہمت نوجوان سے کیا نسبت۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ وہ ایک قابلقدر ایم۔ اے اور ایل ایل بی ہے جو اکسٹرا اسسٹنٹی کے امتحان میں شامل ہو سکتا تھا۔ اور اگر وہ آپ کیطرح پریس اور پتھر خرید کر اخبار جاری نہ کرتا اور عیسائیوں کی کتابیں بھی فروخت کر کے روپیہ نہ کماتا تب بھی آپ سے بہر حال زیادہ کما سکتا تھا مگر اس نے اپنی ساری خواہشوں پر پانی پھیر دیا اور اسلمت لرب العلمین کہکر اسلام کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور محض قوت لایموت پر وہ کام کر رہا ہے جسکی تعریف آپ نے بھی کی ہے۔ وہ اسلام کا سچا فدائی اور سچا خادم ہے اس نے جن کتابوں کو پڑھا، بیز تنقیدی آرٹیکل لکھے آپ ذرا وطن کے فائل میں سے نکال کر پیش تو کریں کہ آپنے اسلام پر معترضین اسلام کے جواب کتنی مرتبہ دیئے۔ برخلاف اس کے ریویو نے یورپ اور امریکہ کی مذہبی دنیا میں شور مچا دیا ہے کیا ایڈیٹر ریویو نے کبھی روپیہ کیطرح اپنے ایمان اور ضمیر کا خون کرنا چاہا ہے؟ اس نے آپکے چند روپیوں کی پروا نہیں کی مگر اپنے ایمان اور مذہب کے خلاف قلم اٹھانے پر موت کو ترجیح دی ایسے حنیف اور جلیل القدر بزرگ کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں؟

آخر میں آپ نے لکھا ہے کہ

"احمدی رسالہ کی اشاعت میں مدد کرنیکے عزم کا خمیازہ مجھے بری طرح بھگتنا پڑا!"

آپ سے کس نے مدد مانگی؟ خود آپ نے ایک تحریک کی ہم نے سمجھا کہ آپ کی نیت بخیر ہے لیکن جب اصل راز کھل گیا تو ہم کو اس سے الگ ہونا پڑا۔ اور یہ سچ ہے کہ اس کا خمیازہ آپ کو بری طرح بھگتنا پڑا اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا کہ آپ ریویو کی مدد کا عزم کر کے اسمیں فیل ہوئے اور بجائے اشاعت اسلام جو ریویو کا مقصد تھا اشاعت کفر کا ذریعہ بنے ریویو عیسائیت کی تردید کرتا تھا۔ آپنے اسکی مدد چھوڑ کر عیسائیوں کی کتابیں خریدیں دشمنان اسلام کی تالیفات کی اشاعت کا اعلان کیا۔ اگر خدا نے آپ کو چشم بصیرت دی ہے تو اپنے اس عبرتناک انجام پر نظر کرو۔ اور دیکھو کہ کس سے قطع کیا اور کس سے پیوند کیا۔

پھر آپ نے میرے سفر مصر کا ذکر کیا ہے۔ یہ مضمون لمبا ہو گیا ہے میں اس تذکرہ کو سردست نہیں چھیڑتا۔ اسلئے کہ عام معاملہ میں ایک ذاتی بحث کا تذکرہ شاید آپ کی مخترع اصول اخبار نویسی میں ہوگا۔

آپ پر اعتراض تو یہ ہے کہ آپ وہ کتابیں بیچتے ہیں اور گراں بیچتے ہیں جو اسلام کے خلاف ہیں تو آپ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ میں نے سفر مصر کے لئے آپ کو چندہ نہیں کرا دیا۔ کیا خوب! امر تنقیح طلب ان کتابوں کی اشاعت کا جواز یا عدم جواز اور انکی گرانی ہے یا میرا سفر مصر۔

میرا خیال ہے کہ سفر مصر کے متعلق آپ سے جو خط و کتابت ہوئی آپ اس کو ضرور شائع کر دیں اس سے حقیقت معاملہ کھل جائے گی۔ اور پبلک کو معلوم ہو جائیگا کہ میری تحریک کس بنا پر تھی، اس سفر کے اغراض کیا تھے؟ اور اسمیں کمی ہوئی تو کیونکر ہوئی۔ کیا آپ نے دیکھ نہیں لیا کہ خدا کے فضل و کرم سے احمدی جماعت اشاعت اسلام کے لئے کسقدر جوش اپنے دل میں رکھتی ہے اگر انکا خادم ایڈیٹر الحکم عربی اخبار نویسی کے فن کو سیکھنے، اور اشاعت سلسلہ کے خیال سے مصر یا کسی اور جگہ جاوے یا جاتا تو وہ اس کے مصارف کے ذمہ وار نہ ہو سکتے؟ ضرور ہوتے۔ مگر آپ سے جو گفتگو ہوئی آپ اس خط و کتابت کو شائع کریں گے تو اصل حال کھل جائیگا اور اسمیں انشاء اللہ آپ کو شرمندہ ہونا پڑیگا۔ اور معلوم ہو جائیگا۔ کہ اسمیں بھی ریویو والا معاملہ ہی پیش آیا ہے۔ بہر حال آپ اسطرح پر اس اعتراض سے بچ نہیں سکتے۔ اور پبلک ایسی اندھی نہیں جو آپ کے اس جواب کو کافی سمجھے۔ میں آپ کے اس خط پر کرزن گزٹ۔ وکیل۔ زمیندار۔ پیسہ اخبار اور البشیر کو فیصلہ کرنے کی تحریک کرتا ہوں اگر وہ لکھدیں کہ وطن کا جواب معقول ہے تو میں اپنی غلطی تسلیم کر لونگا۔ آپ ان سے لکھوا لیجئے وہ بہر حال ہمارے سلسلہ کے تو مخالف اور آپ کے دوست ہیں۔